لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَّا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَّلَأَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيكُمْ سَمّٰعُونَ لَهُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيمٌۢ بِالظّٰلِمِينَ ○

اگر نکلتے تمہارے (لشکر) میں تو نہ زیادہ کرتے تم میں بجز فساد کے اور دوڑ دھوپ کرتے تمہارے درمیان فتنہ پردازی کرتے۔ اور تم میں ان کے جاسوس (اب بھی) موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ظالموں کو (۹/۴۷ ✱ ت: ص)

۴۷۔ اے غازیانِ تبوک صحابیو! ہمارے محبوب نے ان منافقوں کو مدینہ میں رہ جانے کی اجازت دے دی۔ ان کا جانا خود ہم کو ناپسند تھا۔ اس اجازت اور اس ناپسندیدگی کی وجہ یہ تھا کہ ان کا غزوہ تبوک میں جانا تمہارے لئے کچھ مفید نہ ہوتا بلکہ نقصان دہ ہی ہوتا کیونکہ اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ تبوک میں چلے بھی جاتے تو تم کو کچھ نفع نہ دیتے بجز فساد پھیلانے کے۔ وہ تم لوگوں کے درمیان فتنہ پھیلانے کے لئے چغلیاں کھاتے جھگڑے کرانے کے لئے دوڑے دوڑے پھرتے ہر طرح فتنے ڈالتے تم پر اور چھوٹی حاجت سے بے سروسامان تمہارے مقابلہ کفار کی بھاری تعداد اور سبب تیاری دکھا کر تم کو ڈراتے کفار سے! مرعوب کراتے اور تم غازیوں میں پہلے سے ہی بعض چھپے منافق ان کی جاسوسی کرنے کے لئے موجود رہتے جو تمہاری باتیں ان تک پہنچانے کے لئے سنتے ہیں اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ (اشرف التفاسیر)

لغوی اشارے ✱ خَبالًا: تباہ کرنا، خراب ہو جانا، فساد، تباہی۔ خَبَلَ یَخْبُلُ کا مصدر ہے وہ خرابی یا فساد جو جسم کے لاحق ہونے سے کسی جاندار میں اضطراب اور بے چینی پیدا ہو جائے مثلاً جنون یا ایسا مرض کہ جو عقل اور فکر پر اثر انداز ہو اسے خبال کہتے ہیں (ل ق)

معنویاتِ مزید ✱ وہ (منافقین) اگر تمہارے ساتھ مل کر چلتے تو تمہارے لئے فائدہ کچھ نہ ہوتا بلکہ زیادہ نقصان کا باعث بنتے۔ شر و فساد پھیلاتے کفار کے ساتھ خبط کرنے سے ڈراتے اور دل ہلانے کی باتیں سن سن کر کفار کو جا کر بتاتے ✱ بحر العلوم میں ہے کہ اس خطے میں منافقین بکثرت تھے وہ ان میں اپنے ایمان اور اسلامی امور میں تو شک کرتا ہے اس لئے اگر وہ خطبہ کے لئے نکلتے بھی تو موجب مزید شر و فساد ہوتا۔

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِن قَبْلُ وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ حَتَّىٰ جَاءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَارِهُونَ ۝

یہ تو پہلے ہی فتنہ پردازی کی فکر میں لگ چکے ہیں اور آپ کے لئے کارروائیوں کی الٹ پھیر کرتے رہے یہاں تک کہ سچا وعدہ آ گیا اور اللہ کا حکم غالب آ کر رہا اور ان کو ناگوار گزرتا رہا۔ (۹/۴۸:۲۰۰)

۴۸۔ اللہ تعالیٰ منافقین سے (اہل ایمان کو اکثر اور دور کرنے کے لئے) فرما رہا ہے کہ کیا یہ پہلے سے برابر فتنہ و فساد کی آگ سلگاتے رہے اور آپ کے کام الٹ دینے کی بیسیوں تدابیر کر چکے ہیں۔ مدینہ میں آپ کا قدم آتے ہی تمام عرب نے ایک ہو کر مصیبتوں کی بارش آپ پر کر دی باہر سے وہ چڑھ دوڑے اندر سے یہود مدینہ اور منافقین مدینہ نے بغاوت کر دی لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک ہی دن میں سب کی کمانیں اتار دیں اور ان کا جوڑ توڑ ڈھیلے کر دیے ان کے جوش ٹھنڈے کر دیے بدر کے موقع پر ان کے ہوش حواس بگاڑ دیے اور ان کے ارمان ذبح کر دیے ابن ابی نے صاف کہہ دیا کہ بس اب یہ رنگ جما ہے اس کے مٹنے کی امید نہیں رہی اب۔ تو سوا اس کے چارہ نہیں کہ بظاہر اسلام کی موافقت کی جائے دل میں جو ہے سو ہے وقت آنے دو وقت پر دکھا دیا جائے گا اور دکھا دیا جاتا تھا پھر جوں جوں حق کی بلندی اور توحید کی اونچائی ہوتی گئی یہ جلتے بھنتے رہے آخر حق کے قدم جم گئے اور کلمہ خدا غالب آ گیا۔ (تفسیر ابن کثیر)

لغوی اشارات ✱ ظَهَرَ : وہ کھلا، وہ ظاہر ہوا، وہ آشکارا ہوا، وہ غالب ہوا، وہ پھیل ہوا (فتح) ظُهُورٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ راغب لکھتے ہیں ظَهَرَ الشَّيْءُ کا اصل مطلب یہ ہے کہ کوئی شے پشت زمین پر نمودار ہو اور مخفی نہیں ہے اور بطن کے معنی یہ ہیں کہ وہ زمین کے اندر پوشیدہ ہے اور مخفی ہے پھر ظہر کا استعمال ہر اس شے کے بارے میں ہونے لگا کہ جو آشکارا ہو اور بصر و بصیرت سے نظر آتی ہے ✱ عربی میں ظہر کے معنی پشت ہی کے ہیں

معلومات مزید ✱ غزوۂ احد میں بھی ابن ابی اپنے ساتھیوں کو لے کر واپس لوٹ گیا تھا وہ چاہتا تھا کہ آپ کا کام الٹ جائے ۴۴ آپ کے ساتھی منتشر ہو جائیں اور دل ایمان کو بے دم چھوڑ دیا جائے آپ کے کام کو ستیاناس کر دینے کی انہوں نے تدبیریں کی تھیں اور دسیسہ کاریوں کا کام لیا تھا یہاں تک کہ سچا وعدہ آ گیا اور اللہ کا حکم غالب رہا اور ان کو ناگوار ہی گزرتا رہا۔

۴۴ (مظہری)

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝

اور ان میں کوئی تم سے یوں عرض کرتا ہے کہ مجھے رخصت دیجئے اور فتنہ میں نہ ڈالئے سن لو وہ فتنہ ہی میں پڑے اور بیشک جہنم گھیرے ہوئے ہے کافروں کو۔ (ک:ت ✱ ۹/۴۹)

۴۹ - حیلہ تراشی میں یہ (منافقین) بڑے جودت طراز تھے۔ بعض ان میں سے کہتے کہ میرے خانگی حالات کچھ اس قسم کے ہیں کہ میں کسی طرح جہاد میں شریک نہیں ہو سکتا۔ اب اگر آپ مجھے حکم دیں گے تو میں مجبوراً اس کی تعمیل سے قاصر رہوں گا اس لئے آپ مجھے جہاد پر جانے کا حکم ہی نہ دیجئے تاکہ میں نافرمانی کے فتنہ سے بچ جاؤں۔ کتنے حیلہ ساز تھے۔ اسلام و کفر کی کشمکش فیصلہ کن مرحلہ میں ہے اور یہ بناوٹی چالبازی چاہتے ہیں کہ انہیں جہاد کی دعوت ہی نہ دی جائے تاکہ ان کا دامن تقدس نافرمانی کے داغ سے داغدار نہ ہو۔ انہیں یہ (بات) سمجھ نہ آئی کہ اس موقع پر ان کا جہاد سے پہلو تہی کرنا ہی ایک جرم عظیم ہے جس کا وہ ارتکاب کر رہے ہیں۔ (ضیاء)

✱ لغوی اشارے: سَقَطُوْا: وہ گر پڑے سُقُوْطٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ● مُحِيْطٌ: اسم فاعل واحد مذکر قیاسی اِحَاطَةٌ مصدر باب افعال حوط مادہ۔ ہر طرف سے گھیر لینے والا (ل ق)

✱ معلومات مزید: جد بن قیس اپنے ساتھیوں کو (جن کی تعداد دس سے کم تھی) لے کر رسول اللہ کی خدمت میں مسجد میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے پیچھے رہ جانے کی اجازت دے دیجئے میری کھیتی باڑی کی زمین ہے (جس کی تیاری ضروری ہے) میں اس کی وجہ سے معذور ہوں۔ حضور نے فرمایا۔ تیاری کرو تم فراخ دست ہو شاید (مال غنیمت میں) تم کو بنی الاصفر (رومیوں) کی کوئی عورت مل جائے جد نے عرض کیا مجھے تو اجازت دے ہی دیجئے اور مصیبت میں نہ ڈالئے (مظہری) میری قوم واقف ہے کہ کوئی شخص مجھ سے زیادہ عورتوں کا دلدادہ نہیں ہے اگر میں رومی عورتوں کو دیکھوں گا تو ڈر ہے اپنے آپ کو روک نہ سکوں گا۔ رسول اللہ نے اس کی طرف سے رخ موڑ لیا اور فرمایا ہم نے تم کو اجازت دیدی

2006

إِن تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۖ وَإِن تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا أَمْرَنَا مِن قَبْلُ وَيَتَوَلَّوا وَّهُمْ فَرِحُونَ ﴿٥٠﴾

اگر آپ کو بھلائی پہنچتی ہے تو ان کو رنجیدہ کرتی ہے اور جو آپ کو کوئی مصیبت پیش آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے پہلے ہی سے اپنا کام ٹھیک کر رکھا تھا اور خوشیاں کرتے ہوئے جاتے ہیں۔ (۹/۵۰ ت: ح)

۵۰) اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان منافقوں کی بد باطنی اس حد تک ہے کہ آپ کو بھلائی فتح غنیمت، کفار کا جھک جانا، آپ کی عزت و عظمت شان و شوکت کا ظہور پہنچے تو انھیں غمگین کرے یہ حسد سے جل کر خاک ہو جاویں اور اگر آپ کو کوئی تکلیف مثلاً جہاد میں بظاہر (زیادہ مشقت) ہونا، مسلمانوں کے قدم اکھڑ جانا وغیرہ پہنچے تو یہ خوشی میں دو کام کرتے ہیں ایک یہ کہ اپنی مجلسوں میں فخریہ کہتے ہیں کہ ہم نے تو پہلے ہی سے اپنے بچاؤ کی احتیاطی تدابیر کر لی تھیں کہ ہم اس جہاد میں گئے نہیں یا ہم نے ان سے مل کر کفار کو ناراض نہیں کیا بلکہ زبانی طور پر ان سے تعلق رکھا دلی طور پر کفار سے ملے رہے ہماری پالیسی بہت گہری ہے۔ دوسرے یہ کہ جب مجلس سے اپنے گھروں کی طرف لوٹیں تو دل خوش لوٹیں خوشیاں مناتے ہوئے جائیں۔ (اشرف التفاسیر)

لغوی اشارے: "تصبک" تجھ کو پہنچے۔ تصب اصابۃ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب کے ضمیر واحد مذکر حاضر ک۔ اصل میں تصیب تھا ان شرطیہ کے آنے سے ی جو حرف علت ہے حذف ہو گئی۔ "تسوھم" وہ ان کو بری لگتی ہے، وہ ان کو ناخوش کرتی ہے اس میں ھم ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔ (ل ق)

مفہومات مزید: منافقین کا یہ حال کہ اگر اہل ایمان معرکہ و جنگ میں ظفریاب ہو جائیں تو ان کے ہاں غم و اندوہ کی لہر دوڑ جاتی ہے اور اگر اس کے برعکس مسلمانوں کو کبھی تکلیف و شدت کا سامنا کرنا پڑے اور انہیں کسی قسم کی زحمت و نقصان پہنچ جائے تو پھر ان کی خوشی و مسرت کا ٹھکانا نہیں رہتا اور وہ اپنی دور اندیشی اور عقلمندی کا ڈھنڈورا پیٹنے اور کہنے لگتے کہ یہ ہمیں پہلے سے معلوم تھا اسی لئے ہم ان کے ساتھ نہیں گئے وغیرہ۔

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝
قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۭ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ
يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ڮ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ
مُّتَرَبِّصُوْنَ ۝

آپ فرما دیجئے ہرگز نہیں پہنچے گی ہمیں کوئی تکلیف بجز اس کے جو لکھ دی ہے اللہ نے ہمارے لئے۔ وہی ہمارا حامی و ناصر ہے اور اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے مومنوں کو * فرمائیے کیا تم منتظر ہو ہمارے متعلق (کہ ہم مارے جائیں۔ یہ مرنا نہیں) مگر ایک بھلائی ان دو بھلائیوں سے (جن کے ہم خواہاں ہیں) اور ہم انتظار کرتے ہیں تمہارے لئے کہ پہنچائے تمہیں اللہ عذاب اپنے پاس سے یا ہمارے ہاتھوں سے پس تم بھی انتظار کرو ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والے ہیں (۹/۵۱، ۵۲ * ت: ض)

۵۱- (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ ہم پر کوئی حادثہ نہیں پڑ سکتا (اچھا ہو یا برا) مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لئے مقدر فرما دیا ہے یعنی لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے خواہ فتح ہو یا شہادت (عربی زبان میں لام فائدہ کے لئے آتا ہے اور علیٰ ضرر کے لئے آتا ہے)۔ اس ضابطہ کی روشنی میں لَنَا کا معنی ہوا ہمارے فائدہ کے لئے۔ اللہ نے جو کچھ لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے وہی ہم کو پہنچے گا عَلَیْنَا نہیں فرمایا یعنی لَنَا او عَلَیْنَا نہیں کہا جس کا معنی اس طرح ہو جاتا کہ ہمارے فائدے کی ہو یا ضرر کی جو بات بھی اللہ نے لکھ دی ہے وہی ہم کو پہنچے گی (بات یہ ہے کہ فتح ہو یا شہادت) دونوں صورتوں میں ہمارا فائدہ ہے اس لئے عَلَیْنَا نہیں ذکر کیا (اللہ کی طرف سے لکھا ہوا ہمارے لئے بہرحال ضرر رساں نہیں ہے) صرف لَنَا فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے راوی حضرت صہیب ہیں کہ مومن کی بھی عجیب حالت ہے اس کے لئے ہر بات خیر ہے اور یہ بات آخر ہونا صرف مومن کے لئے مخصوص ہے اگر اس کو سکھ پہنچتا ہے اور وہ شکر کرتا ہے تو یہ سکھ اس کے لئے خیر ہوتا ہے اور اگر اس کو دکھ پہنچتا ہے اور وہ صبر کرتا ہے تو یہ دکھ اس کے لئے خیر ہوتا ہے (احمد و مسلم) بیہقی نے یہ حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص کی روایت سے بیان کی ہے۔

وہی ہمارا مددگار اور کارساز ہے اس لئے اس نے جو کچھ ہمارے لئے مقدر فرمایا وہ ہمارے لئے برا نہیں ہو سکتا اور اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ فَلْیَتَوَکَّلِ کی فاء سے اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور پر اہل ایمان کو توکل نہ کرنا چاہیے کیونکہ وہی ان کا کارساز ہے اور ہر چیز پر وہی قادر ہے (تفسیر مظہری)

۵۲- اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! منافقین کو فرمائیے کہ تم ہمارے لئے انتظار نہیں کرتے

دو نیکیوں میں سے ایک کا یعنی دو انجاموں میں سے ایک کا جو کہ ان دونوں میں ہر ایک کا اچھا نتیجہ ہوتا یعنی یا فتح یا شہادت ثواب اول میں جو بات مبہم تھی یہ اسی نوع کا بیان ہے اس میں منافقین کو ان کی حقیقت حال کو واضح کیا گیا جب کہ انہوں نے سمجھ رکھا تھا کہ جنگ پر جانے سے مسلمانوں نے نقصانات اٹھایا حالانکہ جنگ پر جانے پر یعنی دو بہترین انجاموں میں سے ایک بہترین شئے نصیب ہوتی یعنی یا مال غنیمت یا شہادت * اور ہم تمہارے برے انجام کے منتظر ہیں یہ کہ یا اللہ تعالیٰ پہنچائے تم کو اپنی طرف سے عذاب جیسے سابقہ امتوں پر عذاب نازل کرکے انہیں تباہ و برباد کیا مثلاً انہیں سخت آواز یا زلزلہ یا زمین میں دھنسا دیا گیا۔ یہاں اشارہ ہے کہ عذاب بھیجنا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے اسباب میں سے اور کسی قسم کا دخل نہیں ہوتا۔ یا بھیجے عذاب ہمارے ذریعہ سے۔ جب معاملہ یوں ہے تو تم ہمارے انجام کا انتظار کرو ہم تمہارے انجام کا انتظار کرتے ہیں (روح البیان)

لغوی اشارے * يُصِيبَنَا: واحد مذکر غائب مضارع منفی نا ضمیر مفعول اصابۃ سے ہم کو ہرگز نہیں پہنچتا • يَتَوَكَّلِ: واحد مذکر غائب مضارع مجزوم توکل سے جو بھروسہ کرتا ہے اور غائب بھروسہ کرے • تَرَبَّصُوا: تم انتظار کرو، تم منتظر رہو، تم راہ دیکھو، تربص سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر • حُسْنَيَيْنِ: دو اچھی چیزیں (یعنی فتح یا شہادت) حسنیٰ کا تثنیہ

تعلیمات مزید * ان کو جواب دیجئے کہ رنج راحت اور ہم تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اس کے فیصلے کے ماتحت ہیں وہ اللہ تعالیٰ ہمارا مالک مولیٰ ہے وہی ہمارا آقا ہے وہی ہمارا پناہ ہے ہم ایمان والے ہیں اور اہل ایمان اللہ تعالیٰ ہی پر کامل بھروسہ رکھتے ہیں اسی پر توکل کرتے ہیں ہمارے لئے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے بس وہی ہمارا کارساز ہے اور بہترین کارساز ہے

• منافقین سے فرما دیجئے کہ (کہ اے نفاق والو) تم کو ہمارے متعلق جب ہم اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلتے ہیں تو دو باتوں میں سے ایک کا انتظار رہتا ہے پہلا انتظار ہماری فتح و کامرانی کا اور دوسرا انتظار ہم کو تکلیف پہنچنے کا ہمارے شہید ہونے یا ہمارے نقصان کا پہلا انتظار رنجیدہ کرتا ہے اور دوسرا انتظار خوش ہونے کا، تم کو نہیں معلوم ہو جاتا کہ یہ دونوں چیزیں ہمارے لئے بہت ہی اچھی ہیں اگر ہم شہید ہو گئے تو ہم کو دنیا ہی میں انعام مل گیا کہ ہم شہید کہلائے اور آخرت میں قرب الٰہی کے مستحق ہوئے۔ اگر فاتح ہو کر لوٹے تو دنیا ہی میں ہم کو حلال روزی یعنی مال غنیمت ملا ہماری شوکت کا شہرہ ہوا کفار کے دل میں ہماری ہیبت بیٹھ گئی۔ آخرت کے لحاظ سے شہادت اچھی درجے کے لحاظ سے فتح و غنیمت بہتر۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ دو چیزوں کا ضامن ہے یا شہادت کے بعد فوراً جنت کا داخلہ یا ثواب و غنیمت کے ساتھ گھر واپسی۔

2009

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۭ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝

آپ کہہ دیجیے کہ تم خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے، تم سے کسی طرح نہ قبول کیا جائے گا کیونکہ تم نافرمان لوگ ہو (۹/۵۳ * ت : م)

۵۳۔ طوعاً وکرہاً حال ہے طوعاً سے مراد وہ صرف ہے جو اللہ اور رسول کی طرف سے لازم نہیں کیا گیا اور کرہاً سے وہ دینا مراد ہے جس کو ادا کرنا اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ضروری قرار دیا گیا۔ اللہ کی طرف سے جس صرف کو لازم کیا گیا تھا اس کو ادا کرنا منافقوں پر دشوار اور شاق تھا دل کو ناگوار تھا اس لئے اس کو کرہ (دل کی ناگواری) فرمایا۔ "اَنْفِقُوْا" اگرچہ امر کا صیغہ ہے لیکن خبر کے معنی میں ہے۔ مطلب یہ کہ تمہارا خرچ کرنا ہر طور برابر ہے اپنی طرف سے بغیر وجوب کے دو یا وجوباً حکم دو، دونوں صورتوں میں قبول نہیں کیا جائے گا۔ یہ کلام حقیقت میں جد بن قیس کے قول کا جواب ہے اس نے کہا تھا میں آپ کی مالی مدد کروں گا۔ عدم قبول کی دو شکلیں ہیں۔ ۱۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے جانشین اس شخص کی اعانت اور صدقہ قبول نہیں کریں گے جس کے منافق ہونے کا علم ہو (۲) اللہ قبول نہیں فرمائے گا یعنی ثواب نہیں دے گا۔ "انکم کنتم قوما فاسقین" سے یہ مراد ہے کہ تم مسلمانوں کے گروہ سے خارج ہو۔ اس لئے تمہاری دی ہوئی مالی مدد قبول نہیں کی جائے گی۔ (مظہری)

لغوی تشریح ★ طوعاً: فرمانبرداری۔ انقیاد۔ یہ مصدر ہے اس کے معنی فرمانبرداری کرنے کے ہیں کرہ اس کی ضد ہے ● کرہاً: مصدر و اسم مصدر۔ ناگوار ہونا، ناخوشی، مجبوری، زبردستی (ل ق)

معلومات مزید ★ (کیا رو منافقین سے خطاب ہے) آپ ان سے کہیے خرچ کرنے کی اللہ تعالیٰ کو ضرورت نہیں تم خوشی سے دو یا ناراضگی سے دو تو وہ قبول نہیں فرمائے گا اس لئے کہ تم فاسق لوگ ہو۔ عدم قبولیت کا سبب علامہ آلوسی اور صادق یقین محکم، اعمال کی قبولیت کی شرط ایمان کامل ہے۔

وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ
وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝

اور وہ جو خرچ کرتے ہیں اس کا قبول ہونا منع نہ ہوا مگر اس لئے کہ وہ اللہ اور رسول سے
منکر ہوئے اور نماز کو نہیں آتے مگر جی ہارے اور خرچ نہیں کرتے مگر ناگواری سے۔ (۹/۵۴ * ت:ک)

54 - ان کے نفقات کو کسی شے نے نہیں روکا مگر ان کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر نے۔
اور نماز باجماعت میں نہیں آتے اسکا کفروا پر عطف ہے مگر آتے ہیں اس حال میں کہ وہ
سستی کرنے والے ہوتے ہیں یعنی نماز باجماعت کی حاضری انہیں بوجھ نظر آتی ہے۔ [illegible] نہ
ہوتا کہ نماز باجماعت کی حاضری ان کے لئے ایک بڑا بوجھ ہے اس لئے اس کی حاضری سے کراہت
کرتے ہیں کیوں کہ انہیں نماز سے کوئی ارادت نہیں۔ اور وہ خرچ نہیں کرتے مگر حالاں کہ وہ
ہی کراہت کرنے والے * ابن الشیخ نے فرمایا کہ ادائے عبادات میں رغبت اور نشاط تو اسکی
امید پر ہوتا ہے اور اس کے ترک پر خوف عتاب اور جب اس وقت نصیب ہوتے ہیں جب حضور
سرورِ عالم ﷺ کے لائے ہوئے احکام پر ایمان ہو اور منافق اس دولت سے کورا ہے اس لئے
نہ اسے آخرت کے ثواب کی امید ہے نہ عذاب کا خطرہ اس لئے اسے ادائیگی نماز
میں سستی اور مال خرچ کرنے میں کراہت ہوتی ہے۔ (روح البیان)

لغوی اشارات * نَفَقٰتُهُمْ : جمع مضاف نَفَقَةٌ واحد هُم مضاف الیہ ان کی
خیر خیرات ● كُسَالٰى : جمع كَسْلَانٌ واحد، سست کاہل جس کام میں سستی نہ کرنی چاہیے
اس میں سستی کرنے والے کو کسل کہتے ہیں (راغب، قاموس) كَسِلٌ سستی کرنے والا مرد،
كَسْلَانَةٌ سست عورت (باب سَمِعَ) (ل ق)

معنویات مزید * نافرمانی اور اعانت کی مقبولیت سے مانع ہے۔ اہل علم فرماتے ہیں کہ ایمان تو
عند اللہ بھی شرط قبول ہے۔ کفر و نفاق کے ہوتے ہوئے کوئی نیک عمل یا خدمت قابل قبول نہیں

نماز کی ادائیگی میں سستی و کاہلی اور راہ خدا میں خرچ کرنے کا حکم میں ناگواری اور گرانباری
خود دلیل نافرمانی و عدم اخلاص ہے۔

فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَآ أَوْلَادُهُمْ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ
بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُونَ ۝

پس آپ ان کے مال اور اولاد سے تعجب نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ ان کو اس
دنیا کی زندگی ہی میں عذاب دے اور مریں بھی تو بے ایمانی ہی میں مریں۔ (۹/۵۵ * ت: ح)

۵۵۔ اعجاب کا معنی ہے کسی پسندیدہ چیز پر خوش ہونا مطلب یہ ہے کہ ہم نے جو دولت اور اولاد
عطا کی ہے وہ پسندیدگی کے قابل نہیں یہ تو محض ایک ڈھیل ہے جو حقیقت میں وبال ہے مال و
اولاد دے کر تو اللہ ان کو دنیوی زندگی ہی میں گرفتار رکھنا چاہتا ہے دولت جمع کرنے اور
اولاد کی دیکھ بھال کرنے کے لئے یہ طرح طرح کی فریب کاریاں اور دکھ اٹھاتے ہیں تکلیفیں
برداشت کرتے ہیں سختیاں جھیلتے ہیں مصائب میں گرفتار رہتے ہیں اور خرچ کرنا ان کے
دلوں کو ناگوار ہوتا ہے اندرونی دکھ ہوتا ہے اور جب تک پاس نہیں ہے اس کو حسرت
وافسوس ہوتا ہے (غرض مال واولاد ہونے یا نہ ہونے دونوں صورتوں میں ان پر عذاب
ہی عذاب ہے) مجاہد و قتادہ نے اس طرح واضح کیا ہے کہ دنیوی زندگی میں اللہ نے جو مال
واولاد عطا کی ہے آپ کو اس پر تعجب نہ ہونا چاہیے اللہ کو یہ منظور ہے کہ مال کمانے جمع
کرنے محفوظ کر رکھنے اور ناجائز راستوں میں خرچ کرنے کی وجہ سے آخرت میں ان کو اس سے
عذاب کرے۔ زہوق کا اصل لغوی معنی ہے دشواری کے ساتھ نکلنا۔ (تفسیر مظہری)

لغوی وضاحت * یُرِیْدُ: واحد مذکر غائب مضارع ارادۃٌ مصدر (افعال) مشتق
وہ نہیں چاہتا۔ ارادہ نہیں کرتا۔ مشیت چاہتا ہے ارادہ کرتا ہے۔ (د ل ق)

معلومات مزید * دین حق کی مخالفت کے باوجود ان کے پاس دولت اور اولاد کی کثرت
قابل تعجب نہیں۔ ایسی چیزیں انسان کی بربادی کا باعث ہوتی ہیں کہ انسان قبول حق سے کوئی
سروکار نہ رہا۔ ہر نعمت جو حق سے غافل کرے موجب ہلاکت ہوتی ہے اور ہر وہ تکلیف
جو کسی کو بیدار کر دے غفلت و لاپرواہی سے اور رجوع کر دے حق کی طرف تو وہ بجائے خود نعمت ہے

م۔ یہ کیوں کر ہو اللہ کی طرف سے آزمائش اور ڈھیل ہے اگر وہ ... [illegible] ... ہے تو

وَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنكُمْ ۖ وَمَا هُم مِّنكُمْ وَلَٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرَقُونَ ○

اور قسمیں اٹھاتے ہیں اللہ کی کہ وہ تم ہی سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں لیکن وہ ایسی قوم ہیں جو ڈرتے ہیں۔ (۹/۵۶ * ت ا ش)

۵۶ - اور وہ لوگ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ بے شک ہم تمہارے ہم عقیدہ اور مسلمان ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں لیکن وہ لوگ ڈرتے ہیں کہ اگر اسلام ظاہر نہ کریں تو تم ان کے ساتھ کافروں کا سا معاملہ کرو گے اس لئے وہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں (جلالین)

لغوی اشارے * یَحْلِفُونَ : جمع مذکر غائب مضارع حلف سے (ضرب) وہ قسمیں کھاتے ہیں کھائیں گے • یَفْرَقُونَ : جمع مذکر غائب مضارع فَرَقٌ مصدر (سمع) وہ ڈرپوک ہیں۔ (ل ق)

معلومات مزید * ایمان اور یقین ہی وہ قوت ہے جو شرف انسانی کی نگہبان ہے اور اسے ایک مسلک پر ثابت قدم رکھتی ہے اور جہاں یہ مفقود ہے وہاں انسان مصلحت اندیشی کے ہاتھوں کھلونا بن کر رہ جاتا ہے (ضیاء) جدھر ہوا کا رخ دیکھا ادھر ہی لباس ہی اپنی وقتی سلامتی نظر آئی وہیں چولا بدل لیا۔ ایسی حالت میں انسان وہ مستحکم چٹان نہیں رہتا جو حوادثات کے طوفانوں سے ٹکرا کر بھی اپنی جگہ سے نہیں سرکتی بلکہ اس خس بے تنکے کی طرح ہو کر رہ جاتا ہے جسے پانی کی تند موجیں جدھر چاہتی ہیں بہا لے جاتی ہیں * منافقین کی بھی یہی حالت تھی دراصل وہ اسلام کے دشمن تھے لیکن اسلامی حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کی ان میں ہمت نہ تھی اسی لئے وہ کھلم کھلا اسلام کی مخالفت بھی نہیں کرنا چاہتے تھے وہ قسمیں کھا کھا کر اپنے آپ کو مسلمان بتاتے تھے حالانکہ یہ سب ان کا مکر و فریب ہے۔ وہ ڈرتے ہیں اور اپنی اندرونی حالت کا بتا دیں کہ اگر ان کا عقیدہ کا اظہار ہو جائے تو ان کے ساتھ بھی کافروں کی طرح برتاؤ ہونے لگے اسی لئے اپنے آپ کو چھپا کر مسلمان ظاہر کئے ہوئے تھے۔

2023

لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ۝

یہ اگر کوئی سی بھی پناہ کی جگہ پاتے یا کوئی غار یا کوئی (اور) جگہ گھس بیٹھنے کی تو یہ ضرور منہ اٹھا کر ادھر چل پڑتے (۹/۵۷ ✱ ت: م)

۵۷۔ اگر ان لوگوں کو کوئی پناہ گاہ یا غار یا کوئی گھس بیٹھنے کی جگہ مل جائے تو یہ ضرور منہ اٹھا کر ادھر تیزی سے چلے جائیں۔ ملجاء یعنی کوئی حفاظت کا مقام جس میں پناہ لی جا سکتی یا کوئی قوم جس کے پاس جا کر امن مل جاتا۔ مغارات مغارۃ کی جمع ہے یعنی پہاڑوں میں غار۔ مغارہ غور سے ماخوذ ہے یعنی چھپنے کا مقام۔ "عطاء" نے کہا اس سے مراد سرنگ یا تہ خانے ہیں۔ مُدَّخَلًا یعنی ایسا سوراخ اور گھسنے کا مقام جس کے اندر دشواری کے ساتھ داخل ہوں جیسے گوہ کا سوراخ۔ لَوَلَّوْا اِلَيْهِ پشت پھیر کر اس طرف بھاگتے۔ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ سرپٹ تیزی کے ساتھ منہ اٹھائے ہوئے دوڑتے ہوئے جیسے بے لگام سرپٹ بھاگتا ہوا گھوڑا۔ آیت کی مراد یہ ہے کہ ان کو تمہارے ساتھ رہنے سے انتہائی نفرت و کراہت ہے اگر کوئی بھی بچاؤ کا مقام ان کو مل جاتا تو وہ تم سے الگ ہو جاتے (تفسیر مظہری)

تشریحی اشارات ✱ يَجِدُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع منفی نہیں پاتے ہیں کا نہیں پاتے ہیں، نہ پائیں۔ مثبت شرط اگر پائیں۔ مثبت بلا شرط اس کو پاتے ہیں ● مَلْجَاً : اسم ظرف مکان۔ پناہ کی جگہ۔ الجائۃ (باب افعال) کسی کو کسی کام پر مجبور کرنا۔ کوئی کام خدا کے سپرد کر دینا۔ تَلْجِئَةٌ (باب تفعیل) کسی کو کسی کام پر مجبور کرنا۔ کوئی چیز جھوٹ موٹ کرنا فروخت کرنا ● مُدَّخَلًا : اسم ظرف باب افتعال دَخَلَ مادہ۔ داخل ہونے کا مقام۔ گھسنے کی جگہ۔ یہ لفظ اصل میں مُدْتَخَلًا تھا تا کو دال سے بدل کر دال کو دال میں ادغام کر دیا ● يَجْمَحُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع (فتح) سرپٹ دوڑتے ہوئے بھاگتے ہوئے (لغات القرآن)

معروضات مزید ✱ منافقین اگرچہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تمہارے ساتھ ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ اس دعوی میں جھوٹے ہیں اور ان کا قسمیں کھا کر اعتبار دلانا بھی سراسر جھوٹ اور فریب ہے اور وہ صرف اس طمع پر کہ وہ قتل سے بچ جائیں اس لئے وہ قتال پر نہ جانے کی معذرت کرتے ہیں تاکہ وہ بجائے تمہارے ساتھ جانے کے گھر میں رہ جائیں اور وہ بھی اس لئے کہ انھیں سوائے اپنے گھروں کے اور کوئی جگہ نظر نہیں آتی ورنہ اگر پہاڑوں کی کھوہ ہوں یا کوئی جائے پناہ یا پہاڑوں کے اندر غار ہیں یا زمین کے گڑھے ایسے

تیرے تئیں تو مل جائیں جہاں وہ اپنا سر چھپا سکیں تو وہ ایسی تدبیروں کو کر ڈالتے لیکن اللہ نے ایسی جگہیں نہیں بنائیں اس لئے مجبور ہو کر تمہارے ساتھ گزارہ کر رہے ہیں ورنہ تم انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتے اور چاہتے ہیں کہ تم الگ ہی رہو کبھی نظر نہ آؤ (روح البیان) آیت سے ثابت ہوتا کہ وہ منافقین مسلمانوں سے بہت زیادہ عداوت رکھتے تھے اور سر سے پاؤں تک ان کو بغض سے بھر رکھا اس سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ منافق کا مخلص کے ساتھ گزارہ اور نباہ مشکل ہوتا ہے بلکہ وہ اپنے جیسوں کی طرف ہی جھکتا ہے

اصمعی کہتے ہیں کہ میں خلیل نحوی کے ہاں حاضر ہوا وہ چٹائی پر بیٹھے تھے مجھے بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا میں نے کہا تنگ ہے آپ کو تکلیف ہوگی انہوں نے فرمایا تمام دنیا دو مبغوضوں کے لئے تنگ ہے لیکن دو دوستوں کے لئے صرف ایک بالشت بھی وسیع تر از روئے زمین ہے۔ دوست موافق شفیق مخالف سے بہتر ہوتا ہے۔ دانا وہ ہے جو آفاق و انفس کی تدبیر افعال کی رعایت کرتا اور ظاہر و باطن کی اصلاح میں ہر دم کوشاں رہتا اور دشمنوں سے دور رہتا اگرچہ وہ ان سے مسوا پر بھروسہ دیں کہ ہم تمہارے بھائی ہیں (الینا) * اگر انہیں کوئی سر چھپانے کی جگہ مل جائے تو فوراً تم سے سارے تعلقات توڑ دیں اور وہاں چلے جائیں۔

2015

وَمِنْهُم مَّن يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِن لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ ۝

اور ان میں کوئی وہ ہے کہ صدقے بانٹنے میں تم پر طعن کرتا ہے تو اگر ان میں سے کچھ ملے تو راضی ہو جائیں اور نہ ملے تو جبھی وہ ناراض ہیں (ت:ک ★ ۹/۵۸)

۵۸- یہ آیت ذوالخویصرہ تمیمی کے حق میں نازل ہوئی اس شخص کا نام حرقوص بن زہیر ہے اور یہی خوارج کی اصل و بنیاد ہے بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے تو ذوالخویصرہ نے کہا یا رسول اللہ عدل کیجئے حضورؐ نے فرمایا تجھے خرابی ہو میں عدل نہ کروں گا تو عدل کون کرے گا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن ماردوں حضورؐ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو اس کے اور بھی ہمراہی ہیں کہ تم ان کی نمازوں کے سامنے اپنی نمازوں کو اور ان کے روزوں کے سامنے اپنے روزوں کو حقیر دیکھو گے وہ قرآن پڑھیں گے اور ان کے گلوں سے نہ اترے گا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے (حاشیہ کنز الایمان)

لغوی اشارات ★ یَلْمِزُ: واحد مذکر غائب مضارع معروف لَمْزٌ مصدر (ضرب) وہ طعن کرتا ہے، عیب لگاتا ہے ● اُعْطُوْا: ان کو دیا گیا۔ ان کو ملا۔ اِعْطَاءٌ سے جس کے معنی عطا کرنے اور دینے کے ہیں ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب ● رَضُوْا: وہ راضی ہو گئے وہ خوش ہوئے انہوں نے پسند کیا رِضًی سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ● (ل ق)

مفہومات مزید ★ منافقین کے نفاق کا اثر تھا یہ تھا کہ یہ لوگ آپ کی غنیمت یا صدقہ و خیرات کی تقسیم میں عیب لگاتے کہ اس تقسیم میں عدل و انصاف نہیں کیا گیا (تفسیر نعیمی) انہیں اور اپنے پیاروں کو زیادہ دیا دوسروں کو تھوڑا ان کے دل کا حال یہ ہے کہ اگر اس تقسیم میں انہیں ان کی خواہش کے مطابق دے دیا جائے تو راضی ہو جاتے ہیں کوئی اعتراض نہیں کرتے اور اگر انہیں اپنی مرضی کے مطابق نہ دیا جائے تو فوراً ناراض ہو جاتے ہیں ان کی رضا و ناراضگی اپنی نفس کی خواہش کی بنا پر ہے

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۝

اور اگر وہ اس پر راضی ہو جاتے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے دیا تھا اور (یہ) کہتے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کفایت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہم کو اپنے فضل سے اور دے گا ہم تو اللہ تعالیٰ ہی سے رغبت رکھتے (تو بہت بہتر ہوتا)

(٩/٥٩ ☆ ت : ح)

٥٩ ۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کو صدقات اور مال غنیمت میں سے دیا یا اگر وہ اس پر راضی رہتے (اللہ براہ راست کسی کو نہیں دیتا رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں سے دلواتا اور تقسیم کراتا ہے) اللہ کا ذکر (دیے ہوئے مال کی قدر، خواہ وہ کتنی ہی کم ہو) عظمت ظاہر کرنے اور اس امر پر تنبیہ کرنے کے لئے کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کا عمل حقیقت میں (از خود نہیں بلکہ) اللہ کے حکم سے ہے اور رسول اللہ ﷺ کے فعل پر اسی طرح راضی رہنا اور سر تسلیم خم کرنا ضروری ہے جس طرح اللہ کے حکم اور تقدیر پر۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ یعنی اپنے فضل سے ہمارے لئے کافی ہے۔ کسی اور طریقہ سے ہماری حاجت کے مطابق اللہ ہم کو عطا فرما دے گا اور کسی دوسرے مال صدقات و غنیمت سے اللہ کا رسول ہم کو دے دے گا۔ (تفسیر مظہری)

لغویات ☆ اٰتٰىهُمْ : ان کو دیا اٰتٰى صیغہ ماضی هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ● حَسْبُنَا : ہم کو کافی ہے، ہم کو بس ہے حَسْبُ مضاف نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ ● رٰغِبُوْنَ : رغبت کرنے والے رَغْبَةٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر حالت رفع رَاغِبٌ کی جمع (لغات القرآن)

معلومات مزید ☆ یعنی رسول ﷺ کے ہاتھوں جو کچھ بھی اللہ نے دلوایا تھا اگر یہ اس پر قناعت کرتے صبر و شکر کرتے اور کہتے کہ اللہ ہمیں کافی ہے وہ اپنے فضل سے اپنے رسول کے ہاتھوں ہمیں اور بھی دلوائے گا۔ (ابن کثیر) مومن کا یہی تو طریقہ و معمول اور شیوہ ہونا چاہئے کہ اللہ ﷻ خداوندی اور دربار رسالت پناہی ﷺ سے جو کچھ نعمت سرفراز ہو اس پر شکر گزار رہا کرے اللہ تعالیٰ کے اور زیادہ فضل و کرم اور سرکار دوجہاں ﷺ کے اور زیادہ جود و عطا کا امیدوار رہے

مومن تعالیٰ پر کامل توکل و یقین رہے اور بارگاہ

2017

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ
وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۖ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

زکوٰۃ تو صرف فقیروں اور مسکینوں اور اس کے ملازموں کے لئے ہے اور جن کے دل پرچائے جاتے ہیں ان کے لئے اور غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے اور قرض داروں کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور مسافروں کے لئے ہے (یہ) اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہو چکا اور اللہ تعالیٰ خبردار حکمت والا ہے
(۹/۶۰ * ت: ج)

۶۰۔ صدقات سے زکوٰۃ کی جمیع انواع مختلفہ مراد ہیں۔ زکوٰۃ کو صدقہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ بندے کی صداقت فی العبودیۃ پر دلالت کرتا ہے۔ یہ مخصوص ہیں فقراء و مساکین اور ان کے بعد مذکور ہونے والے جملہ افراد کے لئے اور صدقہ (زکوٰۃ وغیرہ) جمع کرنے والوں کے لئے اور (تالیف قلب کے لئے) اور غلام کو غلامی سے آزاد کرانے اور قرضداروں کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور وہ مسافر جو اپنے علاقہ سے بہت بعید ہو اور اس کے پاس مال و دولت کچھ نہ ہو۔ * اللہ تعالیٰ ان تمام لوگوں کے لئے ہمارے اوپر اپنی طرف سے زکوٰۃ فرض فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے احوال اور ان کے استحقاق کے مراتب خوب جانتا ہے اور حکیم ہے جملہ شرعی امور اپنی حکمت کے تقاضا پر سرانجام دیتا ہے (بحوالہ روح البیان)

لغوی اشارے * صَدَقٰتُ : خیراتیں زکوٰتیں صدقۃ کی جمع ہے • لِلْفُقَرَآءِ : لام حرف جر الفقراء مجرور صفت مشبہ جمع حالت جر۔ محتاج • الْمَسٰكِيْنِ : جمع مجرور، المسکین واحد مفلس نادار مرد • عاملین : کام کرنے والے عمل کرنے والے۔ جن کے ذمہ زکوٰۃ و صدقات کی وصولیابی ہوتی ہے • الْمُؤَلَّفَةِ : اسم مفعول واحد مؤنث تالیف مصدر باب تفعیل ملائے گئے جوڑے گئے • رِقَاب : گردنیں رقبۃ کی جمع • الْغٰرِمِيْنَ : غارم کی جمع اسم فاعل جمع مذکر بحالت جر قرضدار (ل ق)

مفہومات نمبر * صدقات فقراء و مساکین وغیرہ آٹھ قسم پہ جاتے ہیں جو اس طرح ہیں فقیر مسکین، عاملین یعنی زکوٰۃ کے وصول کرنے والے، مؤلفۃ القلوب یعنی وہ لوگ جن کو اسلام کی طرف ممنون احسان کر کے لایا جاتا تھا، غلاموں کے آزاد کرانے میں، قرض داروں کو، فی سبیل اللہ اور مسافروں کو۔ ان میں سے جس کی زیادہ ضرورت سمجھی جائے دیا جائے

2018

وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ ۚ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ
بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ ۚ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ
رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

اور کچھ ان میں سے ایسے ہیں جو (اپنی بدزبانی سے) اذیت دیتے ہیں نبی (کریم) کو اور کہتے ہیں کہ آپ
ہر بات کان دے کر سن لیتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ وہ کان دیکر (جو وہی بات سنتے ہیں) جس میں تمہارا بھلا ہے تمہارا یقین رکھتا ہے اللہ پر اور
یقین کرتا ہے مومنوں (کی بات) پر اور سراپا رحمت ہے ان کے لئے جو ایمان لائے تم میں سے۔
اور جو لوگ دکھ پہنچاتے ہیں اللہ کے رسول کو ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

(9/61 ✱ ت : اک، ض)

61۔ ان (منافقوں) میں کچھ ایسے ہیں کہ ایذائیں پہنچاتے ہیں اور آپ کو (ہر بات کان دے کر سن
لیتے ہیں) ایذائیں دیتے ہیں غیبت کرتے ہیں آپ کی باتیں جھٹلاتے ہیں اور ناروا الفاظ کہتے ہیں اور اس
اندیشہ سے کہ کہیں رسول اللہ کو ان باتوں کی خبر نہ پہنچ جائے ان کو روکا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ وہ
تو ہر بات کان دے کر سن لیتے ہیں اور سچا جان لیتے ہیں۔۔۔ ہم جو کچھ چاہیں گے کہیں گے پھر جا کر جھوٹی
قسمیں کھا لیں گے (اور کہیں گے ہم سے غلطی ہو جاتی تھی) تو وہ ہم کو سچا جان لیں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی
✱ آپ کہہ دیجئے کہ وہ کان دے کر وہی بات سنتے ہیں جو تمہارے حق میں سراسر خیر ہے۔ یہ بھی
مراد ہو سکتا ہے کہ وہ خیر حق۔۔۔ ہر واجب القبول بات کو سنتے ہیں اور ان کے خلاف باتوں کو نہیں سنتے
وہ اللہ کو مانتے ہیں اور مومنوں کا یقین کرتے ہیں یعنی مومنوں سے ان کو حسن ظن ہے اس لئے جو شخص بھی
ایمان ظاہر کرتا ہے اس کو سچا مان لیتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے رحمت ہیں جو تم میں سے ایمان
کا اظہار کرتے ہیں اور جو لوگ اللہ کے رسول کو دکھ دیتے ہیں انہی کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (مظہری)

~~[illegible]~~

لغوی اشارات ✱ يُؤْذُونَ : جمع مذکر غائب مضارع معروف إِيذَاءٌ مصدر (افعال)
ایذاء دیتے ہیں، دکھ دیتے ہیں • أُذُنٌ : کان اور مجازاً اس شخص کو کہتے ہیں جو کان کا کچا ہو ہر بات سن کر
مان لے • عَذَابٌ : عذاب، تکلیف، سزا، دکھ کی مار (لغات القرآن)

مفہومات مزید ✱ بعض منافقین وہ ہیں جو رسول اللہ کو ایذاء دیتے ہیں اور ایسی باتیں کہتے ہیں جس سے آپ کو
دکھ پہنچے اور کہا کرتے ہیں کہ آپ ہر بات کان دے کر سن لیا کرتے ہیں اور ان باتوں کو درست مان لیا کرتے ہیں۔

ہم جو چاہیں کہتے رہیں گے پھر حضور ﷺ کے پاس حاضر ہو کر قسمیں کھا کر ان نازیبا باتوں کا انکار کر دیں گے آپ ہماری
باتیں درست خیال فرمائیں گے۔ یہاں حبیب پاک ﷺ سے خطاب ہوا کہ آپ فرمائیں وہ یہ باتیں سنتے ہیں تو
وہ خیر اور بھلائی کی باتیں ہیں جو تمہارے حق میں بہتر اور مفید ہوتی ہیں۔ وہ   جو ایمان لاتے ہیں
اور اہل ایمان کے اقوال کو مانتے اور ان کی تصدیق کرتے ہیں (روح البیان) رسول اللہ ﷺ رحمت ہیں ان
لوگوں کے لئے جنہوں نے تم میں سے ایمان ظاہر کیا جو لوگ قولاً فعلاً رسول اللہ ﷺ کو ایذا دیتے ہیں
ان کے لئے آخرت میں دردناک عذاب ہوگا۔

2020

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝

یہ لوگ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم کو خوش کر لیں حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ مستحق ہیں کہ خوش کریں اگر (واقعی) یہ لوگ ایمان والے ہیں

(۹/۶۲ ✶ ت : م)

۶۲ - منافقین کی عادت تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل اسلام کی جو بھی برائی کرتے پھر اہل ایمان کے پاس قسمیں کھا کر معذرت کرتے اور انہیں ہر طرح راضی کرنے کی کوشش کرتے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں کہ اے مسلمان بھائیو! ہم نے بالکل نہیں کہا جو کچھ ہمارے متعلق کہا گیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن و تشنیع کرتے ہیں سو اس غلط ہے اس پر بڑی بڑی قسمیں کھا جاتے تاکہ تمہیں اس پر راضی کریں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ مستحق ہیں کہ انہیں راضی کریں اس کا طریقہ یہ ہے کہ منافقین اپنے کفر سے تائب ہوں اور طعن و تشنیع بالکل ترک کر دیں اور حضور سرور عالم کے سامنے اور غائبانہ ان کے اجلال اور اکرام اور تعظیم و تکریم زیادہ کریں۔ اور رسول اللہ کا عذر قبول کرنا یا ان کے عیوب پر پردہ ڈالنا ان کی رضا کی علامت نہیں ہے وہ تو ان کی شان رحیمی ہے۔ منافقین کو چاہیے کہ اگر واقعی وہ رسول اللہ کو راضی کرنا چاہتے ہیں تو وہی کریں جو ہم نے اوپر کہا ہے۔ اگر وہ سچے ہیں اظہار ایمان میں تو ان پر فرض ہے کہ طاعت رسول بجا لائیں اور ایمان میں اخلاص پیدا کریں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم کو راضی کرنا ضروری امر ہے۔ (روح البیان)

لغوی اشارے ✶ يَحْلِفُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع حَلَفَ سے (ضرب) وہ قسمیں کھاتے ہیں کھائیں گے ● يُرْضُوْكُمْ : جمع مذکر غائب مضارع اِرْضَاءٌ مصدر (افعال) کہ تم کو وہ راضی کر دیں، خوش کر دیں، راضی رکھیں ● يُرْضُوْهُ : جمع مذکر غائب مضارع رِضًى مصدر (سمع) کہ اس کو وہ پسند کریں۔ (لغات القرآن)

معلومات مزید ✶ ایک دفعہ کچھ منافقین آپس میں اکٹھے ہو کر بیٹھے ان میں جلاس بن سوید اور ودیعہ بن ثابت بھی تھا اور حضور ﷺ کی شان میں عیب لگا رہے تھے حتیٰ کہ ان میں سے ایک بولا اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سچے ہیں تو ہم گدھے سے بدتر ہیں۔ اتفاقاً وہاں ایک انصاری بچہ بھی موجود تھا عامر بن قیس جس کی انہوں نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ وہ بولا کہ خدا کی قسم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں اور تم واقعی گدھے سے بدتر ہو۔ پھر وہ بچہ حضور انور ﷺ کی

خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور یہ سارا ماجرا حضورؐ سے عرض کیا۔ ان سب کو حضور انورؐ نے اپنی مجلس
عالیہ میں بلوایا اور اس کے متعلق دریافت کیا وہ سب قسم کھا گئے کہ عامر جھوٹے ہیں اور ہم نے
کچھ نہیں کہا ہے۔ حضرت عامر نے دعا کی کہ مولیٰ سچے کو سچا کر دے اور جھوٹے کو جھوٹا تب یہ
آیتِ کریمہ نازل ہوئی جس میں عامر کی تصدیق کی گئی اور ان سب کو جھٹلایا گیا (خازن)۔ مقاتل
اور کلبی کہتے ہیں کہ غزوہ تبوک سے اکثر منافقین رہ گئے تھے جب حضورؐ واپس ہوئے تو انہوں نے
حاضر بارگاہ ہو کر جھوٹی قسمیں کھائیں کہ واقعی ہم مجبور و معذور تھے ورنہ ہم ضرور غزوہ
میں شریک ہوتے تب یہ آیت نازل ہوئی۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ : يَحْلِفُوْنَ بنا ہے حَلْفٌ سے حلف یمین اور قسم سب قریباً
ہم معنی ہیں مگر عموماً حلف اس قسم کو کہا جاتا ہے جو کسی کو مطمئن کرنے کے لیے کھائی جاوے یمین
وہ قسم ہے جو بات کو پختہ کرنے کے لیے کھائی جاوے قسم دونوں کو عام ہے کبھی قسم اس چیز کی عظمت
ظاہر کرنے کے لیے کھائی جاتی ہے جس کی قسم ارشاد ہو جیسے وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وغیرہ۔ يَحْلِفُوْنَ
کا فاعل وہ ہی منافقین ہیں جن کا ذکر اوپر سے ہو رہا ہے اسے مضارع فرما کر یہ بتایا گیا کہ منافقین
ایسی قسمیں کھانے کے عادی ہیں کھاتے ہی رہتے ہیں یہاں بِاللّٰهِ اور لَكُمْ دونوں ہی يَحْلِفُوْنَ
کے متعلق ہیں۔ منافقین اللہ کی قسمیں کھاتے رہتے ہیں تمہارے سامنے تاکہ تم کو راضی کرنے کے لیے
چونکہ اسلام میں صرف خدا تعالیٰ کی ہی قسم کھائی جاتی ہے یا اس کی صفات کی اس لیے وہ لوگ
مسلمانوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی ہی قسم کھاتے تھے لِيُرْضُوْكُمْ یہ بھی متعلق ہے يَحْلِفُوْنَ
کے اس میں لام بمعنی کے ہے یُرضوا بنا ہے ارضاءٌ سے بمعنی راضی کرنا یا ناراضگی دور کرنا اور ہو سکتا
ہے کہ بمعنی خوش کرنا ہو یعنی اس لیے قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تمہاری ناراضگی دور کریں یا تم کو خوش کریں
وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ یہ جملہ گزشتہ سے حال ہے لہٰذا واؤ حالیہ ہے احق
اسم تفضیل ہے حقیق کا بمعنی زیادہ حق دار یُرضوہ میں ضمیر یا تو اللہ تعالیٰ کی طرف ہے یا
رَسُوْلُهٗ کی طرف اور ہو سکتا ہے کہ ہ بمعنی میں اسم اشارہ ہو اور دونوں کی طرف اشارہ ہو یعنی
مذکور (روح البیان، روح المعانی، کبیر وغیرہ) قوی یہ ہے کہ رسول کی ضمیر ہے کیونکہ حضورؐ کی
کی رضا اللہ تعالیٰ کی رضا ہے جیسے حضورؐ کی اطاعت رب کی اطاعت ہے وَمَنْ يُّطِعِ
الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ یا جیسے حضورؐ کا مفید اللہ کا مفید ہے حضورؐ کے دربار میں حاضری
رب تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری ہے۔ (اشرف التفاسیر) اللہ و رسول زیادہ حق دار ہیں کہ انہیں راضی کریں وہ لوگ جھوٹی
قسموں سے راضی نہیں ہوتے وہ تو ایمان و اطاعت سے راضی ہوتے ہیں اگر یہ لوگ مخلص مومن مطیع بنتے۔

أَلَمْ يَعْلَمُوٓا أَنَّهُۥ مَن يُحَادِدِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَأَنَّ لَهُۥ نَارَ جَهَنَّمَ خَٰلِدًا فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ ٱلْخِزْىُ ٱلْعَظِيمُ ○

کیا انہیں خبر نہیں کہ جو خلاف کرے اللہ اور اس کے رسول کا تو اس کے لئے جہنم کی آگ ہے کہ ہمیشہ اس میں رہے گا یہی بڑی رسوائی ہے۔ (۹/۶۳ ✱ ت: ک)

۶۳۔ علم بمعنی یقین یا بمعنی ایمان ہے۔ مگر سے ہر زمانے اور ہر جگہ کے سارے جن و انس مراد ہیں۔ تعجب کرو کہ ان منافقوں نے اس پر یقین نہیں کیا کہ جو کوئی کسی وقت کسی جگہ کسی طرح اللہ رسول کی مخالفت کرے۔ خیال رہے کہ یحادد مطلق ہے جس میں ہر قسم کی مخالفت داخل ہے اس کے لئے دوزخ کی آگ کا ہونا بالکل حق و درست ہے۔ خلود بمعنی ہمیشہ رہنا ہے یعنی وہ اس آگ میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ دوزخ میں ہمیشگی بڑی ہی رسوائی ہے ایسی بڑی کہ جو کسی کے ذہن و وہم و گمان میں نہیں آ سکتی ✱ تعجب کی بات ہے کہ انہیں اب تک یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی اللہ اور رسول کی بلا تعیین زمان و مکان کبھی بھی اور کسی طرح مخالفت کرے تو اس کے لئے دوزخ کی آگ ہے اس میں ہمیشہ رہے گا اور یہی دوزخی ہونا بڑی رسوائی ہے (دافع التفاسیر)

لغوی اشارے ✱ یُحَادِدِ: واحد مذکر مضارع مجزوم۔ وصل کی وجہ سے مکسور کر دیا گیا مُحَادَدَةٌ (مصدر) (مفاعلہ) مخالفت کرنا ہے۔ حدٌّ ہر چیز کی انتہا۔ حد فاصل۔ تیزی، سیاہ دری، اللہ کا قائم کردہ ضابطہ کبھی حد بمعنی گناہ اور سزا و گناہ کے بھی آتا ہے ● خِزْیٌ: ذلت، خواری، رسوائی، خِزِیَ یَخْزٰی کا مصدر ہے (لغات القرآن)

معلومات مزید ✱ محادۃ کہتے ہیں کسی کے مقابلہ میں اپنا الگ محاذ قائم کرنا (قرطبی) یہاں واضح فرمایا گیا کہ حیرت انگیز بات ہے کہ کیا وہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے تو اس کا ٹھکانہ ہمیشہ کے لئے جہنم ہے اور یہ اس کے لئے بہت بڑی رسوائی کی بات ہے۔

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ
قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ۝

منافق ڈر رہے ہیں کہ ان پر کوئی ایسی سورۃ نازل نہ ہو جائے جو ان کے دل کی بات ظاہر کردے۔ کہو ہنسا کرو۔ اللہ تعالیٰ وہ بات ظاہر ہی کردے گا جس سے تم ڈرتے ہو۔ (۹/۶۴ * ت: ح)

۶۴۔ آپس میں جو کچھ باتیں تو کر لیتے لیکن پھر خوف زدہ رہتے کہ کہیں اللہ کی طرف سے مسلمانوں کو بذریعہ وحی الٰہی خبر نہ ہو جائے جو ان کے دل کی بات ہے ظاہر نہ کر دی جائے۔ یہاں فرماتا ہے دین یا آپس میں مسلمانوں کی حالت پر دل کھول کر مذاق اڑا لو۔ اللہ بھی وہ کھول دے گا جو تمہارے دلوں میں ہے۔ یاد رکھو ایک دن رسوا اور فضیحت ہو کر رہو گے۔ چنانچہ فرمان ہے کہ یہ بیمار دل لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ان کے دلوں کی بد باتیں ظاہر ہی نہ ہوں گی ہم تو انہیں اس قدر فضیحت کریں گے اور ایسی نشانیاں سامنے رکھ دیں گے کہ ان کے لب و لہجہ سے ہی انہیں پہچان لیا جائے۔ (بحوالہ ابن کثیر)

لغوی اشارے * یَحْذَرُ : واحد مذکر غائب مضارع حَذَرٌ مصدر (سمع) ڈرتے ہیں۔ ڈرتا ہے ● الْمُنٰفِقُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مرفوع معرف باللام المنافق واحد نفاق کرنے والے مرد ● اِسْتَهْزِءُوْا : تم ٹھٹھے کرتے رہو۔ اِسْتِهْزَاءٌ سے جس کے معنی تمسخر کرنے اور ٹھٹھا کرنے کے ہیں امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ (لغات القرآن)

مفہومات مزید * منافقین کو ہر وقت اس بات کا خدشہ تھا کہ کہیں ان کا نفاق ظاہر نہ ہو جائے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ان کے احوال اور ناموں کا علم عطا فرما دیا۔ قرآن پاک میں ہے کہ اے حبیب تم ان کی گفتگو کے لہجہ سے انہیں ضرور پہچان لو گے۔

منافقوں کے دلوں میں چھپی

ہوئی چیز بلاشبہ ان کا نفاق ہے اور وہ بغض جو وہ مسلمانوں کے ساتھ رکھتے تھے لیکن اس کو چھپایا کرتے تھے۔ پھر انہیں اندیشہ ہوا کہ کوئی سورت ایسی نازل نہ ہو جائے جو ان کے نفاق اور اسرار کو ظاہر کر دے اور ان کی رسوائی ہو۔ آپ فرمایئے کہ تم ہنسے جاؤ۔ اللہ ضرور ظاہر فرماتا ہے جس کا تمہیں ڈر ہے۔

2024

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ۭ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

اور اگر آپ دریافت فرمائیں ان سے تو کہیں گے بس ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبعی کر رہے تھے آپ فرمائیے (گستاخو!) کیا اللہ سے اور اس کی آیتوں سے اور اس کے رسول سے تم مذاق کیا کرتے تھے؟ (٩/٦٥ * ت: ص)

٦٥۔ اگر ان سے ان باتوں کے متعلق پوچھو جو بطور ٹھٹھا مخول کیا کرتے تھے تو کہیں گے بے شک ہم دل لگی کرتے تھے جیسے سوار راستہ طے کرنے کے لئے ایک دوسرے سے دل لگی کرتے ہیں۔ اور ہم ایسی مذاق کرتے تھے جیسے بچے ایک دوسرے سے مذاق کرتے ہیں ان باتوں سے نہ ہمیں آپ کی مخالفت مطلوب تھی اور نہ ہی آپ کے صحابہ کرام کی بدگوئی مقصود تھی۔ جب انہوں نے سراسر ایسی باتوں کا انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ فرمائیے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم (اب ان کے کسی عذر کو نہ مانیے) اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھٹھا مخول کرتے ہو؟ "اس آیت سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کفر ہے جس طرح بھی ہو اس کا عذر قبول نہیں" (روح البیان)

لغوی اشارے * سَاَلْتَهُمْ : تو نے ان سے پوچھا، تو نے ان سے سوال کیا۔ سالت سُؤَالٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ● نَخُوْضُ : جمع متکلم مضارع خوضٌ باب نصر ہم باتوں کا مشغلہ کرتے تھے۔ خوض کا اصلی معنی ہے پانی میں گھسنا اور چلنا پھرنا مجازاً کسی کام میں گھسنے کو خوض کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اکثر قابل ذم کام کو مشغلہ بنانے کے معنی میں اس لفظ کا استعمال کیا گیا ہے ● نَلْعَبُ : جمع متکلم مضارع لَعِبٌ مصدر (سمع) ہم تفریح کر رہے تھے ہم کھیل کرتے تھے ہم خوش طبعی اور دل لگی کر رہے تھے (لغات القرآن)

معلومات مزید * منافقین کی شرارتوں میں سے ایک شرانگیزی مسلمانوں کا تمسخر اڑانا تھا جو ان کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ مختلف حقانی مہمات پر وہ پھبتیاں اڑاتے اور دل آزار باتیں کیا کرتے جب ان کی باتوں کے متعلق دریافت کیا جاتا تو کہا کرتے کہ ہم تو یہ سب باتیں محض دل لگی اور خوش طبعی میں کر رہے تھے اس پر ان بدبختوں کی تادیب

لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۭ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَاۗىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَاۗىِٕفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝

(اب) بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے اظہار ایمان کے بعد اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف بھی کر دیں تو ایک گروہ کو تو سزا دیں گے ہی اس لئے کہ وہ مجرم رہے ہیں۔

(۹/۶۶ ✱ ت : م)

۶۶۔ تم (اب یہ بے ہودہ) عذر نہ کرو یعنی جھوٹی معذرت کو شائع نہ کرو تمہاری تمام معذرت کو تمہارا جھوٹ ظاہر ہو چکا۔ تم اپنے کو مومن کہنے کے بعد کفر کرتے تھے یعنی (دلوں میں کفر چھپا رکھنے کے باوجود کم از کم زبانوں سے تو) تم پہلے ایمان کا اظہار کرتے تھے۔ اب رسول اللہ پر طعن تشنیع کرنے کی وجہ سے تم علی الاعلان کافر ہو گئے اور تمہارا کفر ظاہر ہو گیا۔ اگر ہم تم میں سے بعض کو چھوڑ بھی دیں تاہم بعض کو تو ضرور سزا دیں گے اس وجہ سے کہ وہ (علم ازلی میں) مجرم تھے یعنی اگر توبہ کرنے اور خلوص نیت رکھنے کی وجہ سے ہم تم میں سے بعض لوگوں کا قصور معاف کر بھی دیں گے تب بھی دوسرے منافقوں کو (جنہوں نے سچے دل سے) توبہ نہ کی ان کو عذاب دیں گے کیونکہ نفاق پر جمے رہے رسول کو ایذاء دینے اور قرآن و رسول سے استہزاء کرتے رہے وہ مجرم ہیں (اور یہ جرائم ایسے نہیں کہ بغیر خالص توبہ کے معاف کئے جا سکیں)

محمد بن اسحاق نے بیان کیا کہ صرف ایک شخص مخشی بن حمیر اشجعی کا جرم معاف کیا گیا (ابن اسحاق کی مراد شاید یہ ہے کہ عن طائفۃ سے مراد صرف ایک شخص ہے یا یہ مراد کہ روایتاً صرف ایک شخص کا قصور معاف ہونا ثابت ہے باقی لوگوں کا علم نہیں)

مخشی

مخشی منافقوں کے ساتھ ہنستا تو تھا مگر زبان سے اس نے کچھ نہیں کہا تھا اور بہت الگ الگ راستہ میں چل رہا تھا بلکہ منافقوں کی بعض باتوں کو پسند بھی نہ کرتا تھا جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس نے نفاق سے توبہ کی اور دعا کی اے اللہ میں ایسی آیت سن رہا ہوں جس سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک مل رہی ہے اس کے سننے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل لرز جاتے ہیں۔ اے اللہ میری موت اپنی راہ میں قتل کی شکل میں مقدر کر دے (اور یہ بھی) کوئی نہ کہے کہ میں نے غسل دیا میں نے دفن کیا (یعنی مجھے کوئی غسل بھی نہ دے نہ دفن کرے) چنانچہ جنگ یمامہ میں یہ شہید ہو گئے اور سوائے ان کے کسی مسلمان کو معلوم بھی نہ ہوا کہ وہ کہاں شہید ہوئے (اور جنازہ کہاں گیا) مخشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا یا رسول اللہ! میرا نام اور ولدیت (گویا کفر کے زمانے کا نام ہے) بھی ان کو نفرت

ہو گئی تھی) حضور علیہ السلام نے ان کا نام عبد الرحمٰن یا عبد اللہ رکھ دیا۔ (تفسیر مظہری)

لغوی اشارات ★ تَعْتَذِرُوْا : تم عذر کرتے ہو، تم بہانے کرو۔ اِعْتِذَارٌ سے جس کے معنی عذر بیان کرنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ لَا تَعْتَذِرُوْا تم بہانے مت بناؤ (تم عذر نہ کرو) صیغہ نہی ہے۔ عذر کے معنی ہیں انسان کا کسی ایسی بات کو تلاش کرنا جو اس کے گناہوں کو مٹا دے۔ اس کی تین صورتیں ہیں۔ مثلاً یہ کہے کہ میں نے کیا ہی نہیں یا کیا تو اس لیے کیا اور اس سلسلہ میں ایسی بات پیش کرے جس سے گناہ نہ ٹھہرے یا یوں کہے کہ میں نے کیا تو ضرور مگر آئندہ سے نہ کروں گا وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کی باتیں عذر کہلاتی ہیں اور اس آخری صورت کا نام توبہ ہے لہٰذا ہر توبہ عذر میں داخل ہے لیکن ہر عذر توبہ نہیں۔ ● نَعْفُ : جمع متکلم مضارع مجزوم اصل میں نَعْفُوْ تھا۔ عَفْوٌ مصدر (نصر) ہم معاف کر دیں ● طَائِفَةً : گروہ، جماعت، بعض وقت ایک دو یا ایک سے زائد سب "طائفہ" کہلاتا ہے۔ طَوْفٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔ علامہ عینی رقمطراز ہیں "لغت میں طائفہ کے معنی ہیں کسی شے کا ایک قطعہ یعنی ٹکڑے کے" ● مُجْرِمِیْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مجرور منصوب نکرہ۔ مجرم واحد۔ اِجْرَامٌ مصدر باب افعال۔ گنہگار، خطاکار (لغات القرآن)

معلومات مزید ★ اس آیت سے ثابت ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے۔ حضورؐ کی شان میں گستاخی کفر ہے جس طرح کہ اس میں عذر قبول نہیں فرمایا، دیکھو ناحق کے عذر کرتے ہو تم کافر ہو چکے اگرچہ بظاہر کچھ ایمان رکھا تھا تو وہ رخصت ہوا۔ اسی وجہ سے علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ جو دین حق کے ساتھ تمسخر کرتا ہے کافر ہو جاتا ہے۔ (ع) پھر فرماتا ہے کہ اچھا ہم ان لوگوں کو جو صدق دل سے توبہ کرتے ہیں یا جن کے کلمات حد کفر تک نہ پہنچے تھے معاف کر دیں گے تو اس کے خلاف دوسرے گروہ منافقین کو جو دل سے توبہ نہیں کرتے جھوٹے عذرات پیش کرتے ہیں ضرور عذاب کریں گے ★ جناب باری تعالیٰ کی طرف سے منافقوں کو جواب ملا کہ اب بہانے نہ بناؤ۔ تم تو زبانی دعویدار بنے تھے لیکن اب اسی زبان سے تم کافر ہو گئے یہ قول کفر کا کلمہ ہے کہ تم نے اللہ رسول اور قرآن کا مذاق بنایا (ابن کثیر) ہم اگر کسی سے درگزر کر بھی جائیں لیکن تم سب سے یہ معاملہ نہ ہوگا۔ تمہارے اس جرم اور اس بدترین خطا اور اس قول کفر کی سخت ترین سزا تمہیں بھگتنی پڑے گی ★ صدق دل سے توبہ کرنے اور مومن مخلص بن جانے پر ہی معاف کیے جاتے ہیں۔

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ
يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۭ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ
اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

منافق مرد اور منافق عورتیں ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہیں برائی کا حکم دیں اور بھلائی سے منع کریں اور اپنی مٹھی بند رکھیں وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا بے شک وہی پکے بے حکم ہیں (9/67 * ت: ک)

۶۷۔ اگرچہ منافقین اپنے آپ کو مسلمانوں ہی سے کہتے ہیں اور ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ منافق مرد ہوں یا منافق عورتیں اور کسی ملت کے ہوں مشرکین ہوں یا عیسائی یا یہودی یا کسی اور ملت کے سب ایک دوسرے سے ہیں کہ منافقت اسلام دشمنی مسلمانوں سے عداوت میں سب یکساں ہیں ان سب کی حالت یہ ہے کہ لوگوں کو ہمیشہ برے عقائد برے اعمال اسلام سے روکنا اسلام سے پھیرنا بری حرکتیں کرنا ان ہی باتوں کا حکم یا مشورہ دیتے ہیں اور ہر قسم کی بھلائی عقائد صالحہ نیک اعمال اسلامی عبادات و معاملات سے منع کرتے ہیں بڑے کنجوس و بخیل ہیں کبھی اللہ کی راہ میں خرچ کرکے ہاتھ نہیں پھیلاتے دینے کے موقع پر ہاتھ سمیٹ لیتے ہیں اللہ تعالیٰ سے بالکل غافل ہو گئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا انہیں بھلا سا دیا منافق بڑے ہی فاسق بدکار و مرتد ہیں۔ (اشرف التفاسیر)

لغوی اشارات * یقبضون: جمع مذکر غائب مضارع قبضٌ مصدر (ضرب) وہ کھینچتے ہیں سمیٹ لیتے ہیں روک لیتے ہیں ● نسوا: جمع مذکر غائب ماضی معروف نسیانٌ مصدر (باب سمع) وہ بھول گئے یعنی انہوں نے چھوڑ دیا۔ انہوں نے بھلا دیا (لغات القرآن)

معلومات مزید * منافقین خواہ مرد ہوں یا عورتیں سب کی طبیعت یکساں ہوتی ہے وہ برائی کے پھیلانے میں سرگرم اور بھلائیوں سے روکنے میں بڑے چست رہا کرتے ہیں وہ نیکیوں اچھائیوں اور بھلائیوں کو پھولنے پھلنے نہیں دیا کرتے وہ نیک لوگوں کی ترقی میں رکاوٹ بنے رہتے ہیں وہ اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے اگرچہ ان کے پاس مال و دولت کی کثرت ہو مگر راہ حق میں خرچ سے ان کی مٹھیاں بھنچ جاتی ہیں وہ اللہ کو بھلا بیٹھے اور اللہ نے بھی انہیں فراموش فرما دیا منافق بلا شبہ بڑے نافرمان ہیں۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ
حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۙ

اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور عورتوں اور کفار سے دوزخ کا وعدہ کر لیا ہے وہ اس میں ہمیشہ رہا کریں گے
یہی ان کو بس ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر پھٹکار کر دی اور ان کے لئے عذاب دائمی ہے۔ (۹/۶۸ * ت: ج)

۶۸۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین اور منافقات سے وعدہ فرمایا ہے اور کافروں کو جہنم کی آگ کا وہ منافقین اور کفار اس جہنم میں ہمیشہ رہیں گے یعنی ان کا جہنم میں ہمیشہ داخل رہنا مقدر ہو چکا ہے انہیں ہمیشہ رہنے اور عذاب کے لحاظ سے کافی ہے اس لئے کہ اس سے بڑی اور زیادہ اور کوئی سزا اور عذاب نہیں ہو سکتا ہے اور نہ ہوگا اور ان پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے یعنی انہیں اپنی رحمت سے دور کرے اور انہیں ذلیل و خوار کرے اس پر ان کے دائمی عذاب کے علاوہ دیگر ضمنی سزاؤں کا بیان ہے اگرچہ ان کے خلود نار کا عذاب ہی کافی ہے لیکن اس پر مزید عذاب بھی مسلط کیا گیا یعنی لعنت اور اہانت وغیرہ میں اور ان کے لئے دائمی عذاب ہوگا یعنی ایسا عذاب جو ان سے کبھی منقطع نہ ہوگا۔ اس سے وہی عذاب مراد ہے جس کا یعنی اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا یعنی نار جہنم کا دائمی عذاب سو یہ اسی کی تاکید ہے جس کے لئے ذکر ہوا اس لئے کہ خلود اور دوام کا ایک ہی معنی ہے (روح البیان)

لغوی اشارے * حَسْبُهُمْ : ان کو بس ہے، ان کو کافی ہے۔ حَسْبُ مضاف ھم ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ • لَعَنَهُمْ : لعن واحد مذکر غائب ماضی معروف ھم ضمیر مفعول۔ ان پر لعنت کی۔ • مُّقِيْمٌ : اسم فاعل واحد مذکر مرفوع اِقَامَةٌ مصدر، اٹل، دائمی (ل ق)

معلومات مزید * ان منافقین منافقات اور کافروں کی بداعمالیوں، نافرمانیوں، انکار، تکذیب اور سرکشیوں کی سزا اور عذاب۔ اللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ کو مقرر فرما دیا ہے جہاں پر یہ وہ ہمیشہ رہیں گے وہاں کا عذاب ان سب کو کافی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی منافقت اور کفر اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے ان پر لعنت کی اور ان کے لئے دائمی عذاب رکھ رکھا ہے

كَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنكُمْ قُوَّةً وَأَكْثَرَ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوا
بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُم بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِن قَبْلِكُم
بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا ۚ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ
فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝

(منافقو!) تمہاری حالت بھی ایسی ہے جیسے ان لوگوں کی جو تم سے پہلے گزرے وہ زیادہ تھے تم سے قوت میں اور مال میں اور اولاد کی کثرت میں سو لطف اٹھایا انہوں نے اپنے (دنیوی) حصہ سے اور تم نے بھی لطف اٹھایا اپنے (دنیوی) حصہ سے اسی طرح جیسے لطف اٹھایا انہوں نے جو تم سے پہلے ہو گزرے اپنے (دنیوی) حصہ سے اور (لذتوں میں) تم بھی ڈوبے رہے جیسے وہ ڈوبے رہے تھے یہی وہ لوگ ہیں جو ضائع ہو گئے جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں اور یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ (۹/۶۹ * ت: مں)

۶۹۔ اے منافقو! تم بھی گزشتہ زمانوں کے منافقوں کی طرح ہو۔ عقائد میں، اعمال میں، دھوکہ بازیوں میں، نبی کو پریشان کرنے، مسلمانوں کو ستانے میں اور دو طرفہ مسلمانوں کافروں کو راضی رکھنے میں تم میں ان میں فرق یہ ہے کہ گزشتہ منافقین تم سے زیادہ طاقتور تھے تم سے زیادہ مالدار تھے تم سے زیادہ آل اولاد والے تھے تم سے زیادہ کنبہ والے جتھے والے تھے انہوں نے اپنے زمانوں میں اپنے زور، مال، جتھے وغیرہ نعمتوں کے حصول سے صرف دنیوی نفع کمایا کہ اللہ کی ان نعمتوں کو اس کی معصیت میں صرف کیا۔ کہ تم بھی ان منافقین بلکہ انہی ان نعمتوں کو دنیوی نفعوں، دین کی مخالفت میں صرف کیا انہی کی طرح جیسے انہوں نے کیا تھا اور جیسے وہ تمام منافقین کفر و گناہ، مخالفت نبی، ایذاء مسلمین ہی میں مشغول رہے انہیں حرکات میں پھنسے رہے۔ جب تم دونوں کے اعمال حرکات یکساں ہیں تو نتیجے بھی یکساں۔ اُن کا حال یہ ہوا کہ ان کے سارے نیک کام صدقات خیرات صلہ رحمی ماں باپ کی خدمت مخلوق کی نفع رسانی وغیرہ دنیا میں بھی برباد گئے کہ ان کے نتیجہ میں انہیں دنیا میں محمودیت ملی اور آخرت میں بھی برباد کہ ان پر جزا ثواب نہیں اور وہ لوگ پورے نقصان میں رہے کہ ان کی زندگی کی عزیز گھڑیاں بجائے نیکیوں کے گناہوں میں صرف ہو گئیں بالکل اسی طرح تمہارا بھی حال ہے تم بھی برباد ہو چکے اور ہو گئے اعمال یکساں نتیجہ ہو گیا۔ (اشرف التفاسیر)

لغوی اشارے * أَشَدَّ: نہایت سخت۔ شِدَّۃٌ سے جس کے معنی سخت اور قوی ہونے کے ہیں۔

اسم التفضیل کا صیغہ ● بِخَلَاقِکُمْ : تمہارا حصہ ، خلاق مضاف ، کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر
مضاف الیہ ● اِسْتَمْتَعَ : اس نے فائدہ اٹھایا اس نے کام نکالا ، اِسْتِمْتَاعٌ سے جس کے
معنی فائدہ اٹھانے اور برتنے کے ہیں ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ● خَاضُوْا : الخوض کے قدم
ڈالنے ، الخوض کے معنی کے (تَفَعُّل) خوض سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب (لغات القرآن)

معلومات مزید ★ ان لوگوں کو بھی اگلے لوگوں کی طرح کے عذاب پہنچے ۔ ان لوگوں کے سارے اعمال
اکارت گئے نہ دنیا میں سود مند رہے نہ آخرت میں ثواب دلانے والے ہوئے یہی صریح نقصان ہے
کہ عمل کیا اور ثواب نہ ملا ۔ ان سے یہاں اہل کتاب مراد ہیں ۔

أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ ۵ وَقَوْمِ
إِبْرَاهِيمَ وَأَصْحَابِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكَاتِ ۚ أَتَتْهُمْ رُسُلُهُم
بِالْبَيِّنَاتِ ۖ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝

کیا انھیں ان لوگوں کی خبریں نہیں پہنچیں جو ان سے قبل ہو چکے ہیں (مثلاً) قوم نوح اور عاد اور ثمود کی اور قوم ابراہیم و اہل مدین کی اور الٹی ہوئی بستیوں کی۔ ان کے پاس ان کے پیغمبر کھلے ہوئے نشانات لے کر آئے سو اللہ تو ان پر (کوئی) ظلم کرنے والا تھا نہیں البتہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے (۹/۷۰ ۔ ✱ت: م)

۷۰۔ ان بد اعمال منافقوں کو وعظ سنایا جا رہا ہے کہ اپنے سے پہلے کے اپنے جیسے لوگوں کے حالات پر عبرت کی نظر ڈالو دیکھو کہ نبیوں کی تکذیب کیا پھل لائی؟ قوم نوحؑ کا غرق ہونا سوائے ایمان والوں کے کسی کا نہ بچنا یاد کرو۔ عاد والوں کا ہود علیہ السلام کے نہ ماننے کی وجہ سے ہوا کے جھونکوں سے تباہ ہونا یاد کرو۔ ثمود والوں کا حضرت صالح علیہ السلام کے جھٹلانے اور خدا کی نشانی اونٹنی کے کاٹ ڈالنے سے ایک چیخ دے کر ایک کی آواز سے تباہ و برباد ہونا یاد کرو۔ ابراہیم علیہ السلام کا دشمنوں کے ہاتھوں سے بچ جانا اور ان کے دشمنوں کا غارت ہونا۔ نمرود بن کنعان بن کوش جیسے بادشاہ کا مع اپنے لاؤ لشکر کے تباہ ہونا اور وہ سب لعنت کے مارے بے نشان کر دیے گئے۔ قوم شعیبؑ ان کی بد اعمالیوں اور کفر کے ہم لے زلزلہ اور سائبان والے دن کے عذاب سے تہ و بالا کر دی گئی جو مدین کی رہنے والی تھی۔ قوم لوط جن کی بستیاں الٹی پڑی ہیں مدین اور سدوم وغیرہ اللہ تعالیٰ نے انھیں بھی اپنے نبی لوطؑ کے نہ ماننے اور اپنی بد فعلی نہ چھوڑنے کے باعث ایک ایک کو پیوند زمین کر دیا۔ ان کے پاس ہمارے رسول ہماری کتاب اور کھلے معجزے اور صاف دلیلیں لے کر پہنچے لیکن انھوں نے ایک نہ مانی بالآخر اپنے ظلم سے آپ برباد ہوئے اللہ تعالیٰ نے تو حق واضح کر دیا کتاب اتار دی رسول بھیج دیے حجت ختم کر دی لیکن یہ رسولوں کے مقابلے پر آمادہ رہتے تھے ——— خدا کی تعمیل سے بھاگتے حق کی مخالفت کی جس لعنت خدا اتری اور انھیں خاک سیاہ کر گئی (محوالہ ابن کثیر)

لغوی اشارے ✱ نبأ: خبر، اطلاع ● قبلھم: قبل مضاف ھم ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ ان سے پہلے ● عاد: حضرت نوحؑ کی قوم میں ایک شخص گزرا ہے جس کا سلسلہ نسب تین واسطوں سے حضرت نوح علیہ السلام سے جا ملتا ہے یہ اس کی نسل

تھی اسی نام سے موسوم ہوئی۔ طوفان نوح کے بعد عرب میں سب سے پہلی بااقتدار اور حکمران قوم تھی ●
ثَمُود: حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کا نام ہے لفظ ثمود کو بعض عجمی بتاتے ہیں بعض عربی
اور کہتے ہیں کہ یہ قبیلہ کا نام ہے اس لئے غیر منصرف پڑھتے ہیں عربی ہونے کی صورت میں یہ
ثَمَدٌ سے مشتق ہے بروزن فعولٌ ثمد بارش کے اس تھوڑے پانی کو کہتے ہیں جو کہ زمین
میں جمع ہو جاتا ہے سردیوں میں باقی رہتا ہے اور گرمیوں میں سوکھ جاتا ہے ● اَلْمُؤْتَفِكَاتُ:
اسم فاعل جمع مؤنث مرفوع و مجرور۔ اَلْمُؤْتَفِكَةُ واحد۔ اِئْتِفَاكٌ مصدر (افتعال)
اِفْكٌ مادہ۔ الٹی ہوئی۔ منقلب۔ مراد حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیاں جو بحیرہ
مردار کے ساحل پر آباد تھیں۔ جن کا تخت گاہ یا سب سے بڑا شہر سدوم تھا
حضرت لوطؑ کا حکم نہ ماننے اور ظلم و زیادتی سے باز نہ آنے کی وجہ سے اللہ نے ان کی
زمین کا تختہ الٹ دیا اور اوپر سے کنکریلے پتھروں کی بارش کی۔ (لغات القرآن)
معلومات مزید ✱ : ان مذکورہ قوموں کی خبریں ہیں کہ کس طرح اللہ نے نافرمان قوموں کا
انجام ہوا وہ طوفان، ہوا، زلزلہ، چیخ، خوفناک آواز اور اس کے عذاب سے
ہلاک و برباد ہوئے ان کی بستیاں زیر و زبر ہوئیں حالات ان کی ہلاکت کا پورا پورا
سامان ہو چکا تھا پیغمبر آئے اللہ کی آیات ربانی لائے مگر ان قوموں نے انکار و سرکشی اختیار
کی اور نیز انہوں نے پیغمبروں کی دعوت کو ٹھکرا دیا انہوں نے نافرمانی کر کے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ
اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ○

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور اللہ و رسول کا حکم مانیں یہ ہیں جن پر عنقریب اللہ رحم کرے گا بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے

(۹/۷۱ * ت: ک)

۷۱۔ اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں یعنی ان کے بعض بعض کے دین حق پر ہیں یعنی وہ سب توحید پر متفق ہیں * ہر قسم کی بھلائی کا حکم دیتے ہیں اصطلاح شرع میں ایمان و اطاعت کو ہی المعروف کہا جاتا ہے۔ ایک دوسرے کو علم حق میں اعانت دیتے ہیں * ہر قسم کی برائی سے روکتے ہیں المنکر سے ہر قسم کی برائی مراد ہے یہاں تک کہ کفر و معاصی کو ہی المنکر کہا جاتا ہے اس لئے کہ یہی کفر و معاصی اپنے آقا سے بندے کو دور رکھتے ہیں خواہ معاصی دنیا سے متعلق ہوں یا کسی اور سے * اور نماز قائم کرتے ہیں اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہتے ہیں اور ملت کے اقرار پر مداومت کرتے ہیں بلکہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے حضور رہتے ہیں انھیں دنیوی مشاغل بھی حائل نہیں ہوتے * اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ بعض اہل اللہ کے نزدیک اس کا معنٰی یہ ہے کہ وہ نہ صرف زکوٰۃ واجبہ ادا کرتے ہیں بلکہ ضروریات سے جو کچھ بچ جاتا ہے باقی سب کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لٹاتے ہیں اس طرح سے وہ اپنے نفوس کا تصفیہ اور تزکیہ کرتے ہیں دنیا کی محبت کے ترک سے تزکیہ نفوس ہوتا ہے * اور وہ جمیع اوامر و نواہی میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں جس طرح منافقین کی کمال درجہ مذمت کی گئی ہے ایسے ہی اہل ایمان کی مدح بھی کمال درجہ سے کی ہے۔ اہل ایمان تمام معاملات اخلاص سے کرتے ہیں اس لئے کہ منافقین اگرچہ بظاہر نماز و زکوٰۃ ادا کرتے ہیں لیکن وہ حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخلصانہ اطاعت نہیں کرتے بلکہ وہ درحقیقت اپنے نفس و ہوا کے مطیع ہیں اس لئے کہ انھیں ان امور میں دنیوی منافع و مصالح مد نظر رہتے ہیں۔

* وہی لوگ جو مذکورہ اوصاف سے موصوف ہیں * ان پر اللہ رحم فرمائے گا یعنی ان پر ایسی رحمت کرے گا کہ انھیں رشد، تائید و نصرت سے بہرہ ور فرما کر عذاب دوزخ سے نجات بخشے گا یا انھیں بعد و فراق کے عذاب سے نجات دے کر بہشت اور وصال و قرب سے نوازے گا۔

* بعض بزرگوں نے فرمایا کہ جو لوگ مذکورہ اوصاف سے موصوف ہیں ان پر پانچ مقامات پر لطف و کرم فرماتا ہے وہ مقام یہ ہیں ● سکرات الموت کے وقت یعنی آسانی ہو گی اور ایسے آڑے وقت میں ان کا ایمان محفوظ فرماتا ہے ● عذاب قبر سے نجات بخشتا ہے ● عملنامہ کے پڑھنے کے وقت جبکہ دوسروں کو حسرتیں اور ندامتیں ہوں گی اور بائیں ہاتھ میں عمل نامے دیے جائیں گے۔ ایسے حضرات کو حسرتوں ندامتوں سے محفوظ کر لیا جائے گا اور ان کے داہنے ہاتھ میں عملنامے عطا ہوں گے بلکہ ان کے عملناموں سے گناہ مٹا دیے جائیں گے تاکہ وہ ان گناہوں کو دیکھ کر حسرت نہ کریں اور نادم نہ ہوں ● میزان کے وقت جبکہ دوسروں کو اعمال کی کمی سے حسرتیں ہوں گی ان کے اعمال بوجھل کر کے حسرتوں سے محفوظ کر لیا جائے گا ● اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری اور اس کے سوالات کے وقت جبکہ دوسروں کو تشویش ہوگی ان کے لئے آسانی ہو گی اور نہ ہی ان کے عیوب کی وجہ سے ان کی گرفت ہو گی

* اور اللہ تعالیٰ رحمتوں کا مالک ہے اور حکمت والا ہے۔ اس لئے جو رحمتوں کے مستحق ہوتے ہیں انہیں رحمتوں سے نوازتا ہے اور جو عذاب کے حقدار ہیں انہیں عذاب میں مبتلا کرتا ہے (روح البیان)

لغوی اشارے * يَأْمُرُونَ : جمع مذکر غائب مضارع أمْرٌ سے وہ حکم دیتے ہیں ● يَنْهَوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع نہی مصدر (منع) وہ روکتے ہیں یا منع کرتے ہیں ● يُقِيمُونَ : جمع مذکر غائب مضارع مرفوع إقامةٌ سے وہ ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہیں
يُطِيعُونَ : جمع مذکر غائب مضارع الطاعةُ سے وہ اطاعت کرتے ہیں وہ فرمان مانتے ہیں ● يَرْحَمُ : واحد مذکر غائب مضارع مرفوع مثبت رَحْمٌ مصدر (رحم) رحم کرتا ہے (ل ق)

معنویات مزید * مسلمان مرد اور عورتوں کے اوصاف حمیدہ کا بیان کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں ایک دوسرے کے دوست و بازو بنے رہتے ہیں۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ مومن مومن کے لئے مثل دیوار کے ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو تقویت پہنچاتا ہے اور مضبوط کرتا ہے۔ یہ پاکیزہ نفس اہل ایمان دوسروں کی تربیت بھی کرتے ہیں انہیں کو اچھائیوں بھلائیوں کی تعلیم دیتے ہیں اور برے کاموں سے یا باتوں سے روکتے ہیں ساتھ ہی نمازیں قائم کرتے ہیں یعنی اپنے وقت پر ٹھیک ٹھیک طرح سے ادا کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں اللہ اور رسول کی اطاعت میں ہمیشہ مخلص اور فرمانبردار رہتے ہیں ہر وقت مستعد رہا کرتے ہیں یہی لوگ تو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور لطف و کرم کے مستحق ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبردار بندوں کو خوب سرفراز فرماتا ہے۔ [illegible] کرو گے اور عزت اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے اور وہ بڑی حکمت والا ہے۔ اللہ عزیز و حکیم ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ
هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

اللہ تعالیٰ نے ایمان دار مردوں اور عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کر لیا ہے کہ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اس میں ہمیشہ رہا کریں گے اور ہمیشہ کی بہشت میں اچھے مکانوں کا بھی (وعدہ کر لیا ہے) اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ان سب سے بڑھ کر (ملے گی) یہ بڑی کامیابی ہے۔ (۹/۷۲ * ت: ج)

۷۲۔ وعدہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے باغات کا رواں ہیں جن کے نیچے نہریں یہ ہمیشہ رہیں گے ان میں نیز (وعدہ کیا ہے) پاکیزہ مکانات کا سدا بہار باغوں میں۔
جب کوئی چیز کسی جگہ ہمیشہ اقامت گزیں ہو جائے تو عربی میں کہتے ہیں "عدن بمکان کذا" اسی لئے کان کو بھی معدن کہتے ہیں کیونکہ یہ جگہ اس کی دھات کی قرار گاہ ہوتی ہے۔ ویسے جنت کے اعلیٰ درجہ کا نام بھی عدن ہے جو وسط میں ہے اور دوسری جنتیں اس کے ارد گرد۔ اسی میں تسنیم کا چشمہ ہے (قرطبی) انبیاء کرام، شہداء، صدیقین کے لئے مخصوص ہے۔ اہل عشق و محبت محبوب حقیقی کی خوشنودی کے سوا کسی چیز پر مطمئن نہیں ہوتے ان کی ساری تگ و دو اور ساری آہ و زاریاں اسی لئے ہوتی ہیں کہ ان کا محبوب ان پر راضی ہو جائے یہی تو بڑی کامیابی ہے (بحوالہ ضیاء القرآن)

لغوی اشارے * جَنّٰتٍ: جنتیں، بہشتیں، باغات، جَنَّۃٌ کی جمع • مَسٰكِنَ: ظرف مکان جمع، مَسْكَنٌ واحد، رہنے کی جگہیں • طَيِّبٰت: ستھری چیزیں، نفیس اشیاء، پاک چیزیں، پاکیزہ چیزیں، عمدہ چیزیں، طَيِّبَةٌ واحد • عَدْنٍ: رہنا، بسنا، کسی جگہ مقیم ہونا، یہ مصدر ہے اور اس کا فعل باب ضرب اور نصر سے آتا ہے جَنّٰتِ عَدْنٍ کے معنی ہیں رہنے کے باغات یعنی وہ جنتیں جہاں ہمیشہ رہنا ہوگا • رِضْوَانٌ: رضامندی، خوشنودی، رضا، مرضی (ل ق)

معلومات مزید * اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنے پاکباز مومن مردوں اور عورتوں کو ان کی اطاعت و فرمانبرداری اور تسلیم و رضا کا انعام جنت اور اس کی نعمتوں کی عطائی کا وعدہ فرماتا ہے جنت میں اعلیٰ ترین مکانات دائمی رہائش کے لئے سرفراز ہوں گے اور نعمت عظیم یہ کہ یہ خوش نصیب اہل ایمان رضائے حق کی دولت سے مالا مال ہوں گے اور بلا شبہ یہ بڑی کامیابی ہے

يَٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَٰفِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَأْوَىٰهُمْ جَهَنَّمُ ۖ
وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝

اے نبی (کریم صلی اللہ علیہ وسلم) جہاد کیجیے کافروں اور منافقین کے ساتھ اور سختی کیجیے ان پر
اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے (٩/٧٣ ✱ ت: ص)

٧٣۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفار سے جہاد کرو اور منافقین سے اور ان پر سختی کیجیے یعنی
کافروں اور منافقوں دونوں سے اگر وہ سرکشی کی سمت ترقی کریں۔ اور ان کے کسی معاملہ میں نرمی نہ کریں
اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے جہاں یہ کفار و منافقین رہیں گے پھر کبھی نہ نکلیں گے
(بحوالہ تفسیر روح البیان)

لغوی اشارے ✱ جِهَاد: جہاد، اللہ کی راہ میں لڑنا۔ محنت، کوشش۔ جَاهَدَ يُجَاهِدُ کا
مصدر ہے۔ دشمن کے مقابلہ میں جو کچھ ہو سکے کر گزرنے کا نام جہاد ہے۔ جہاد تین طرح کا
ہوتا ہے۔ دشمنانِ دین سے، شیطان سے اور نفس سے۔ اور تینوں چیزوں سے کیا جاتا ہے
زبان سے، ہاتھ سے اور دل سے۔ ● وَاغْلُظْ: سختی کر۔ (نصر کرم) غِلْظَة سے جس
کے معنی سختی برتنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ● بِئْسَ: برا ہے۔ فعل ذم ہے
اس کی گردان نہیں آتی۔ بِئْسَ اصل میں بَئِسَ تھا بروزن فَعِلَ سَمِعَ سے۔ عین
کلمہ کی اتباع میں اس کے فا کو کسرہ دیا گیا پھر تخفیف کے لیے عین کلمہ کو ساکن کر لیا گیا بِئْسَ ہو گیا
● الْمَصِيرُ: اسم ظرف مکان و مصدر۔ صَيْرٌ مادہ۔ لوٹنے کی جگہ، ٹھکانا، قرار گاہ (ل ق)

معلومات مزید ✱ یہاں ان کفار اور منافقین کے تعلق سے جو سختی کا حکم دیا
ہے کہ جن میں کسی قسم کا مادہ اصلاح کا نہ رہا۔ (حقانی) ان لوگوں سے جہاد کرو اور ان پر
نرمی نہ کرو جیسا کہ آپ کی عادت حمیدہ ہے کہ ہر شخص سے نرمی اور لطف کی بات فرماتے ہیں
کفار سے جہاد اسلحہ سے اور منافقین سے زبان سے کرو (حضرت ابن عباسؓ) کیونکہ منافقین
ظاہر میں مسلمان تھے ان کو قتل نہ کرنے کی وجہ حضور اکرمؐ نے یہ ارشاد فرمائی کہ عرب یہ
کہیں گے کہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ساتھیوں کو قتل کر دیا کرتے ہیں
جہاد سے ثابت ہوا کہ اس زمانہ میں ملحدین کے ساتھ بحث و مناظرہ کرنا بھی جہاد ہے۔
حضرت اوزاعیؒ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام اور تابعین پانچ باتوں پر مداومت رکھتے تھے۔ نماز باجماعت
اتباع سنت، تعمیر مساجد، تلاوت القرآن اور جہاد فی سبیل اللہ۔

يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوا ۚ وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ
إِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا ۚ وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ
أَغْنَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا
لَهُمْ ۖ وَإِنْ يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ○

یہ لوگ اللہ کی قسم کھا لیتے ہیں کہ انہوں نے فلاں بات نہیں کہی حالانکہ یقیناً انہوں نے کفر کی بات کہی تھی اور اپنے (ظاہری) اسلام کے بعد کافر ہو گئے اور ایسی بات کا بھی ارادہ کیا جو انہیں حاصل نہ ہو سکی اور انہوں نے بدلہ صرف اس بات کا دیا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے مالدار کر دیا تھا سو اگر یہ توبہ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہو اور اگر روگردانی کریں تو اللہ انہیں المناک سزا دنیا اور آخرت میں دے گا اور ان کا (روئے) زمین پر نہ کوئی یار ہے نہ مددگار۔ (۹/۷۴ ... م)

ہے۔ منافقین ایسے بے باک ہیں کہ آپ کی بارگاہ عالیہ میں آکر اللہ کی جھوٹی قسم کھا لیتے ہیں کہ ہم نے آپ کے یا صحابہ کے یا اسلام کے خلاف کچھ بھی نہیں کہا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے کفر بکا اب تک اسلام ظاہر کرتے تھے اب کفر ظاہر کر دیا اسی پر بس نہیں بلکہ آپ کے خلاف بڑے خطرناک منصوبے باندھے آپ کو شہید کرنے کے جن میں وہ سخت ناکام رہے اپنے ناپاک ارادوں کی تکمیل نہ کر سکے۔ یہ ناشکرے احسان فراموش یہ تو سوچیں کہ آخر انہیں آپ سے کیا تکلیف پہنچی ہے آپ کی کونسی بات انہیں ناپسند ہے۔ یہ لوگ بڑے مفلس و قلاش تھے آپ کے یہاں آنے نے انہیں ہر طرح اپنے فضل و کرم اور نوازشات سے غنی کر دیا۔ اب بھی انہیں موقع دیا جاتا ہے کہ اگر یہ توبہ کریں کہ آپ سے معافی حاصل کر کے مخلص مسلمان بن جائیں تو ان کے لئے دین و دنیا میں بہتر ہو اور اگر اس کے برعکس یہ اکڑے اور منہ پھیرے ہی رہے تو انہیں دنیا و آخرت میں ایسی سخت سزا دی جائے گی کہ انہیں کوئی بچانے والا نہ ہوتا۔ نہ کوئی دوست ہوتا نہ مددگار اور یہ تا قیامت رسوا رہیں گے نیز شرع و قبر کی سختی میں گرفتار رہیں گے تا قیامت بلا شبہ قیامت سخت بگڑے رہیں گے۔ (بحوالہ اشرف التفاسیر)

لغوی اشارے: ھَمُّوْا : جمع مذکر غائب ماضی معروف ھَمٌّ مصدر (نصر) انہوں نے ارادہ کیا تھا، انہوں نے قصد کیا • یَنَالُوْا : جمع مذکر غائب مضارع منفی مجزوم نَیْلٌ سے (سمع) انہوں نے نہیں پایا وہ نہ پا سکے • نَقَمُوْا : جمع مذکر غائب ماضی معروف نَقْمٌ

یَکُ: تھا (نہ) عیب قابل نے الفوں ۔ جانا (نہ) ہوا نے الفوں (ضرب) مصدر
واحد مذکر غائب مضارع مجزوم کَوْنٌ مصدر فعل ناقص مشتق بمعنی ماضی منفی تھا۔
بمعنی فعل استمراری منفی ہے یعنی تھا نہیں ہوتا ہے ثبت ہوتا۔ (لغات القرآن)

معلومات مزید ✱ منافقین دل سے ایمان نہ لاتے تھے بلکہ دنیاوی مفاد اور سیاسی مصلحتوں
کی بنا پر مسلمانوں میں ملے ہوئے تھے۔ جب تنہائی میں ہوتے اسلام کے خلاف اور حضور آقا ﷺ و جہاد
کے خلاف گستاخی کرتے جب ان کا یہ راز کھل جاتا تو حضور کے پاس آکر جھوٹی قسمیں کھایا کرتے
کہ ہم نے یہ باتیں نہیں کہی ہیں حالانکہ ضرور انہوں نے یہ کافرانہ باتیں کہیں اس طرح وہ ظاہری
طور پر اظہار اسلام کے بعد پھر کفر کی ضلالتوں میں جا پڑے ان منافقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور
رسول ﷺ نے جو احسانات کئے وہ منافق منکر تھے ابا انتقام ان سب باتوں کو وہ بھول بیٹھے اگر
اگر وہ اخلاص دل کے ساتھ توبہ کرتے مخلص مومن بن جاتے تو ان کے لئے بہتر ہے اگر اس سے
منہ پھیرلیں تو دنیا و آخرت میں ذلت، عذاب، تباہی و بربادی ہے (دنیا میں) ان کا کوئی حمایتی
و مددگار نہ ہوتا۔ اور آخرت میں دائمی عذاب ان کا مقدر ہوتا۔

وَمِنْهُم مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

اور ان میں کوئی وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر ہمیں اپنے فضل سے دے گا تو ہم ضرور خیرات کریں گے اور ہم ضرور بھلے آدمی ہو جائیں گے۔ (۹/۷۵ ت ک)

۷۵ ۔ اور ان میں سے بعض آدمی ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر اللہ ہم کو اپنے فضل سے عطا فرما دے گا تو ہم ضرور صدقہ دیں گے اور یقیناً نیکوکاروں میں ہو جائیں گے۔ ابن جریر اور ابن مردویہ نے عوفی کی سند سے بیان کیا کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ منافقوں میں سے کچھ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ سے وعدہ کیا کہ اگر اللہ ہم کو دے گا تو ہم زکوٰۃ دیں گے اور اہل صلاح کے سے کام کریں گے۔ مراد یہ ہے کہ کنبہ پروری کریں گے زکوٰۃ ادا کریں گے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا واجب یا مستحب ہوگا وہ کریں گے۔ (تفسیر مظہری)

لغوی اشارے ٭ عہد : عہد، قول، قرار، پیمان، معاہدہ، عُھُوْدٌ جمع۔ امام راغب فرماتے ہیں "عہد اللہ" یعنی خدائی عہد و پیمان کبھی تو اس طرح ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ اس بات کو ہماری عقلوں میں سمجھا دیتا ہے اور کبھی یہ شکل ہوتی ہے کہ اس کے پیغمبر کتاب و سنت کے ذریعہ اس بات کا ہم کو حکم دیتے ہیں اور کبھی خود اپنے التزام کی بنا پر ایک شے جو اصل شرع کے اعتبار سے پہلے ہم پر لازم نہ تھی اب لازم ہو جاتی ہے جیسے کہ نذر وغیرہ چنانچہ آیت ذیل میں یہ عہد کی آخری قسم مراد ہے منھم عٰھد اللہ اور ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ کے ساتھ قول کیا تھا۔ (لغات القرآن)

معلومات مزید ٭ اور کچھ ان میں سے وہ بھی تو ہیں کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر ہم کو اپنے فضل سے دے گا تو ضرور خیرات کریں گے اور نیک ہو کر رہیں گے۔ یہ ان منافقین کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ سے کئے گئے عہد کو فراموش کر کے دنیاداری اور مال جمع کرنے میں لگے رہتے۔ ایسے لوگوں میں ایک ثعلبہ بن حاطب بھی تھا جس کے متعلق ان آیات کا نزول ہوا۔

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝

پھر جب کہ اس نے ان کو اپنے فضل سے دیا تو (انھوں نے) اس میں بخل کیا اور منہ موڑ کر پھر گئے
(۹/۷۶ * ت: ح)

۷۶ ۔ بغوی، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور طبرانی نے نیز بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو امامہ باہلی کی روایت سے بیان کیا ہے کہ ثعلبہ بن حاطب انصاری نے خدمت گرامی میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ دعا کر دیجیے کہ اللہ مجھے مال (کثیر) عطا فرما دے۔ رسول اللہ ؐ نے فرمایا کیا اللہ کے رسول کا طریقہ تمہارے لئے لائق پیروی نہیں ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میں چاہتا کہ سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلیں (جہاں میں جاؤں میرے ساتھ جائیں) تو وہ ضرور چلتے (ثعلبہ خاموش ہو گیا) پھر کچھ مدت کے بعد حاضر خدمت ہو کر اس نے وہی درخواست کی اور عرض کیا قسم ہے اس کی جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر بھیجا ہے اگر اللہ نے مجھے مال عنایت کر دیا تو میں ہر حقدار کا حق ضرور ادا کروں گا۔ رسول اللہ ؐ نے دعا فرمائی اے اللہ ثعلبہ کو مال عطا فرما دے۔ راوی کا بیان ہے کہ اس دعا کے بعد ثعلبہ نے کچھ بکریاں پالیں اور ان میں اتنی بڑھوتری ہوئی کہ مدینہ میں ان کی گنجائش نہیں رہی مجبوراً ثعلبہ بکریاں لے کر مدینہ کی کسی وادی میں چلا گیا اور بکریوں میں زیادتی ہوتی رہی اور یہ نوبت آ گئی کہ ثعلبہ ظہر اور عصر کی نمازیں تو رسول اللہ ؐ کے ساتھ پڑھتا تھا باقی نمازیں بکریوں کے مسکن میں پڑھتا تھا اس کے بعد بھی بکریوں میں اضافہ اور کثرت ہوتی رہی اور تعداد اتنی بڑھی کہ مدینہ سے دور دراز کرنا پڑا آخر جمعہ کے دن مدینہ آنے کا موقع ملتا باقی نمازیں بکریوں کی قیام گاہ میں پڑھتا تھا اور ترقی ہوئی تو اسے دور نکل جانا پڑا۔ جماعت اور جمعہ سے مکمل طور پر غیر حاضر ہو گیا جمعہ کے دن سواروں کو راستہ میں کھڑے ہو کر لوگوں سے ملاقات اور خبریں دریافت کرتا۔

ایک بار رسول اللہ ؐ نے فرمایا۔ ثعلبہ کا کیا ہوا؟ صحابہ نے عرض کیا اس نے بکریاں پال لی ہیں اور بکریاں اتنی زیادہ ہیں کہ ایک مکمل وادی میں سماتی ہیں اسی لئے جماعت سے غیر حاضر رہتا ہے۔ حضور نے فرمایا ہائے! ثعلبہ ہلاک ہو گیا۔ فقط حضور ؐ نے تین مرتبہ فرمایا اس کے بعد جب وصول زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا تو رسول اللہ ؐ نے وصولی صدقات کے لیے دو آدمی مقرر کیے ایک بنی سلیم کا اور ایک جہینہ کا دونوں کو ایک تحریر عطا فرمائی جس میں تمام زکوٰۃ جانوروں کی عمریں لکھوا دیں اور یہ بھی ہدایت کر دی کہ کس طرح وصول کریں اور زبانی حکم دے دیا کہ ثعلبہ بن حاطب اور بنی سلیم کے فلاں شخص کے پاس جا کر ان سے زکوٰۃ کے جانور وصول کرنا حسب الحکم دونوں

1041

پہلے ثعلبہ کے پاس گئے رسول اللہ ﷺ کا تحریری فرمان پڑھ کر سنایا اور زکوٰۃ کے جانور طلب کیے
ثعلبہ بولا یہ جیسے ٹیکس ہیں یہ تو کافروں پر لگائے گئے ٹیکسوں کی طرح ہیں اب تم
کہیں جانا ہو جاؤ جب اور جگہ سے فارغ ہو جاؤ تو لوٹ کر میرے پاس آنا دونوں حضرات
چلے گئے بنی سلیم والے شخص نے جب ان دونوں کی آمد کی خبر سنی تو اپنے جانوروں میں سے بہترین
عمر والے جانور چھانٹ کر زکوٰۃ میں پیش کیے ان محصلوں نے کہا ایسے بہترین جانور دینا
تم پر لازم نہیں ہے سلمی نے کہا لے لیجئے میں اپنی خوشی سے دے رہا ہوں ان حضرات نے لے
لیے پھر دوسرے مالداروں کے پاس گئے اور ان سے زکوٰۃ وصول کی آخر میں ثعلبہ کے پاس لوٹ کر آئے
ثعلبہ نے کہا ذرا مجھے اپنی تحریر تو دکھاؤ تحریر پڑھنے کے بعد بولا یہ کیا ٹیکس لگا رہے ہیں یہ تو
غیر مسلموں کے ٹیکسوں کے بھائی ہیں تم دونوں اب تو چلے جاؤ میں سوچ لوں ارادے کا تم کو
دونوں حضرات چلے گئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے دیکھتے ہی بات کرنے سے پہلے حضور
نے تین بار فرمایا ہائے ثعلبہ ہلاک ہو گیا پھر سلمی شخص کے لیے دعا فرمائی۔ ثعلبہ نے جو
جواب دیا تھا محصلین نے وہ بھی بتایا اس پر ثعلبہ کے حق میں آیت نازل ہوئی۔ حسن کے شاگرد
یہ بھی کہا کہ جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے بہت سا مال دے دیا تو وہ اس میں بخل کرنے
لگے کہ زکوٰۃ نہ دی اور اطاعت سے روگردانی کرنے لگے اور وہ تو اطاعت سے منہ موڑنے
کے پہلے سے عادی ہیں (بحوالہ تفسیر مظہری)

لغوی اشارے ★ بَخِلُوْا : انہوں نے کنجوسی کی انہوں نے بخیلی کی بخل سے ماضی کا صیغہ جمع
مذکر غائب ۔ بخل۔ بخل کرنا کنجوسی کرنا مال و متاع کو اس جگہ خرچ کرنے سے روک دینا
جہاں خرچ کرنا چاہیے اس کا نام بخل ہے جود کی صفت اسی بخل کے مقابل ہے بخل کی
دو قسمیں ہیں ایک خود اپنا حقہ خرچ نہ کرنا دوسرے غیر کو بھی خرچ کرنے سے روک دینا
یہ انتہائی قابل مذمت ہے ● مُعْرِضُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مرفوع منہ موڑنے والے (ل ق)

مفہومات مزید ★ خود غرض مطلبی منافقین کی متعدد قسمیں ہوتی ہیں ۔
منافق جب مجبور و ناکس مفلس و قلاش ہوتے ہیں تو اس زمانے میں بار بار بارگاہ رسالت
میں حاضر ہو کر منت و پیمان کرتے ہیں کہ اگر اللہ ہمیں مال و دولت عطا کر دے تو ہم
صدقوں کے حق ادا کریں گے راہ خدا میں خرچ کریں گے اور جب اللہ انہیں متمول و مکرم
الغرض مال و متاع سے نوازتا ہے تب دولت سے نوازنے کے بعد وہ عہد بھول جاتے ہیں ٹال
کرتے ہیں نہ تو صدقہ و زکوٰۃ ادا کرتے ہیں نہ مستحقین کو ان کا حصہ دیتے ہیں نہ رسول اللہ کی اطاعت!!

مرمر سے منہ موڑ لیتے ہیں جیسے کہ عملی طور پر وہ بیٹھا ہی ہے کیونکہ ... عملاً راست ...
مسجد نبوی میں حاضری سے بیٹھا ہی تھے محروم ہو چکے تھے

2042

فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰی یَوْمِ یَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ ۝

پس اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ نے نفاق جما دیا ان کے دلوں میں اس دن تک جب ملیں گے اس کو اس وجہ سے کہ انہوں نے خلاف ورزی کی اللہ سے جو وعدہ انہوں نے کیا تھا اور اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے (۹/۷۷ ✱ ت : ف)

۷۷۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا اس کی ناگوار حرکات کی سزا یہ دی کہ نتیجہ کے طور پر ان کے دلوں میں نفاق ایسا جاگزیں کر دیا جو مرتے وقت تک اور عذاب ملنے تک ان کے دلوں میں قائم رہے یعنی کبھی توبہ کی توفیق نہ ملے یہ اس لئے ہوا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بارگاہ نبوت میں کئے ہوئے وعدے خلاف کئے یعنی مال ملنے پر صدقہ و خیرات نہ کی اور اللہ سے جھوٹ بولتے رہے یعنی یہ بھی ایک جھوٹ ہے کہ ہم نیک و صالح بن جائیں گے تو گویا بدکاران پر خدا کی کیسی پھٹکار رہی (اشرف التفاسیر)

لغوی اشارے ✱ اَعْقَبَهُمْ : ان میں اثر رکھ دیا۔ ان کو وارث بنا دیا اَعْقَبَ اِعْقَابٌ سے جس کے معنی اثر چھوڑنے اور وارث بنانے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ● نِفَاقًا : اسم منصوب نکرہ۔ منافقت دورخا پن ● یَلْقَوْا : جمع مذکر غائب مضارع مجزوم لقی اِلْقَاءٌ مصدر (افعال) وہ نہ پیش کریں (لغات القرآن)

معروضات مزید ✱ نفاق یعنی دو رخے پن کی خرابی اور عارضہ جو پہلے ان میں تھا ان کی اس مسلسل بد عملیوں وعدہ خلافیوں برے کاموں سے اور زیادہ بڑھ گئی اور اس کی جڑیں ان کے دلوں میں نہایت گہرائی کے ساتھ اتر کر جم گئیں ان کے وقت آخر تک ان جڑوں کو اکھڑنے کا کوئی امکان باقی نہ رہا۔

2043

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝

کیا ان کو خبر نہیں کہ اللہ کو ان کے (دل کے) راز کا اور ان کی سرگوشی کا (سب کا) علم ہے اور یہ کہ اللہ چھپی باتوں سے خوب واقف ہے (م: ت ۹/۷۸ *)

۷۸۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم میں آیا ہے کہ حضرت ابن مسعود نے فرمایا آیتِ صدقہ نازل ہوئی تو اس زمانہ میں ہم اپنی پشت پر (مزدوری) کا بوجھ اٹھایا کرتے تھے (یعنی بار برداری کی مزدوری کیا کرتے تھے مگر آیتِ صدقہ نازل ہونے کا یہ اثر ہوا کہ) فوراً بعض آدمیوں نے بہت سا مال لا کر خیرات کیا اور بعض نے صرف ایک صاع دیا اور اس پر منافق زیادہ خیرات کرنے والے کے متعلق کہنے لگے اس نے دکھاوے کے لئے دیا ہے اور ایک صاع دینے والے کے متعلق کہا اللہ کو اس کے دینے کی ضرورت نہیں (اس حقیر مال کا کیا ثواب) اس پر یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر مظہری)

لغوی اشارات * سِرَّهُمْ: ان کا بھید ان کا راز۔ سِرّ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ● نَجْوٰىهُمْ: مضاف و مضاف الیہ ان کی سرگوشیاں

عَلَّامُ: خوب جاننے والا علیم سے بروزن فَعَّالٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ قرآن مجید میں علام الغیوب کا استعمال حق تعالیٰ شانہٗ کی صفات کے سلسلہ میں ہوا ہے جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس سے کوئی پوشیدہ سے پوشیدہ چیز بھی چھپی نہیں رہ سکتی (ل ق)

معلومات مزید * کیا یہ منافق یا وہ لوگ جنہوں نے زبان سے اللہ سے اپنی پوشیدہ نیتوں کے خلاف وعدہ کیا تھا، نہیں جانتے کہ اللہ ان کے چھپے ارادوں اور نفاق سے اور آپس کی سرگوشیوں سے جن میں اصول اسلام پر طعن کرتے ہیں اور زکوٰۃ کو ٹیکس قرار دیتے ہیں (العیاذ باللہ) خوب واقف ہے اور اللہ پوشیدہ باتوں کو خوب جانتا ہے وہ علام الغیوب ہے اس سے کچھ پوشیدہ نہیں۔

الَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ؗ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝

وہ جو عیب لگاتے ہیں ان مسلمانوں کو کہ دل سے خیرات کرتے ہیں اور ان کو جو نہیں پاتے مگر اپنی محنت سے تو ان سے ہنستے ہیں اللہ ان کی ہنسی کی سزا دے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے (ک:ت ✱ 9/79)

79۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو صدقہ کی رغبت دلائی تو حضرت عبدالرحمن بن عوف چار ہزار درہم لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا کل مال آٹھ ہزار درہم تھا چار ہزار میں نے گھر والوں کے لئے روک لئے ہیں۔ حضور نے فرمایا جو تم نے دیا اللہ اس میں بھی برکت فرمائے اور جو روک لئے ہیں اس میں بھی برکت فرمائے حضور کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ ان کا مال بہت بڑھا یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہوئی تو انہوں نے دو بیبیاں چھوڑیں انہیں آٹھواں حصہ ملا جس کی مقدار ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم تھی۔ (کنزالایمان)

لغوی اشارے ✱ یَلْمِزُوْنَ: جمع مذکر غائب مضارع لَمْزٌ مصدر (ضرب) وہ طعن کرتے ہیں عیب لگاتے ہیں ● اَلْمُطَّوِّعِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر منصوب اَلْمُطَّوِّعُ کا واحد، تَطَوُّعٌ مصدر (باب تفعیل) اصل میں المتطوعین تھا تاء کو طاء میں ادغام کر دیا تَطَوُّعٌ کا لغوی معنی ہے طاعت میں تکلف کرنا عرف شرع میں اسی طاعت کو کہتے ہیں جو فرض نہ ہو بطور نفل اپنی طرف سے کی جائے (راغب) تکلف یا تطوع اپنے اندر استطاعت کا مفہوم بھی رکھتا ہے اس لئے المطوعین کا ترجمہ ہوا خیرات کرنے والے۔ اصحاب استطاعت (ل ق)

مفہومات مزید ✱ راہ خدا میں مال پیش کرنے کی ترغیب پر جہاں مالدار اہل سعادت نے زیادہ مال نذر کیا وہیں حضرت ابو عقیل سیر بھر کھجوریں لے کر حاضر ہوئے تو نالائق منافقین نے مذاق اڑانا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ اس ایک سیر سے کس لشکر کی ضیافت کا سامان ہوتا۔ ان شریر نفس لوگوں کو کسی پہلو قرار نہ تھا وہ متمول مسلمانوں کے ایثار سے کڑھتے تو مخلص محنتی اور راہ خدا میں جتنا ممکن ہو دینے والے مسلمانوں کے جذبہ سے جل بھن اٹھتے تھے۔

اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۚ إِن تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو اگر تم ستر بار ان کی معافی چاہو گے تو اللہ ہرگز انھیں نہیں بخشے گا۔ یہ اس لئے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہوئے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا (ک: ت * ۹/۸۰)

۸۰۔ حلاوی نے فرمایا کہ منافقین کے لئے عذاب کی آیت نازل ہوئی تو منافقین حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہؐ! ہمارے لئے بخشش کی دعا مانگئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو متوجہ فرمایا کہ یہ لوگ منافق ہیں ان کے لئے استغفار کا کوئی فائدہ نہیں جیسا کہ فرمایا ان کے لئے دعا مانگیں یا نہ مانگیں یعنی ان کے لئے بخشش مانگنا نہ مانگنا برابر ہے اس لئے کہ انھیں دعائے مغفرت کوئی فائدہ نہ دے گی۔ اگر ان کے لئے ستر بار مغفرت کی دعا مانگو (ستر سے پورا عدد مراد نہیں بلکہ اس سے نفی مغفرت کی تاکید مطلوب ہے) اللہ تعالیٰ انھیں ہرگز نہ بخشے گا وہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہیں یعنی ان کے کفر کی وجہ سے اس لئے کہ وہ کفر میں حد سے متجاوز ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ فاسق قوم کو ہدایت نہیں کرتا کہ صرف وہ اپنے مقاصد ہی کا ساتھ ہو جاتی اس لئے ان کی ہدایت حکمت ایزدی کے تقاضوں کے خلاف ہے (بحوالہ روح البیان)

لغوی اشارے * اِسْتَغْفِرْ : تو بخشش مانگ، معافی مانگ، مغفرت چاہ۔ استغفار سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر • سَبْعِيْنَ : ستر، اسم عدد ہے بحالت نصب و جر سبعین ہو گا • مَرَّةً : ایک بار، مرتبہ، دفعہ، بار (لغات القرآن)

مفہومات مزید : ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو یا نہ مانگو اگر آپ ان کے لئے ستر بار بھی بخشش چاہیں گے تو بھی اللہ تعالیٰ ان کو کبھی نہیں بخشے گا۔ یہ اس لئے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور اللہ تعالیٰ بدکار قوم کو ہدایت نہیں کیا کرتا۔ یہ کافر ہیں اور کافر کے لئے بخشش نہیں۔

1046

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا
بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ
قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ○

خوش ہو گئے پیچھے چھوڑے جانے والے اپنے (گھر) بیٹھے رہنے پر اللہ کے رسول کی (جہاد پر) روانگی کے بعد اور ناگوار تھا انھیں کہ جہاد کریں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے راہ خدا میں اور (دوسروں کو بھی) کہنے لگے مت نکلو اس سخت گرمی میں فرمایئے دوزخ کی آگ اس سے کہیں زیادہ گرم ہے کاش! وہ کچھ سمجھتے۔ (ت:ض * ۸۱/۹)

۸۱۔ مخلف ہر اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنے پیچھے کچھ چھوڑ جائے اور متخلف وہ جو خود کسی کام سے رہ جائے اور مخلفون سے وہ منافق مراد ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ اپنے پیچھے چھوڑ گئے اور وہ حضور علیہ السلام کے ساتھ جنگ پر نہ جا سکے انھوں نے حضور علیہ السلام سے غزوہ تبوک پر نہ جانے کی رخصت طلب کی اور وہ مدینہ طیبہ ہی رہ گئے * منافق جنگ پر نہ جانے سے خوش ہوئے * منافقین رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مخالفت کرنے سے خوش ہوئے کہ آپ جنگ پر تشریف لے گئے اور وہ گھر پر آرام سے رہ گئے۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اموال و نفوس کو جہاد میں خرچ کرنے سے کراہت کی یعنی انھوں نے راحت و آرام کو طاعت الٰہی پر ترجیح دی حالانکہ ان کے دل میں کفر و منافقت تھی۔ فرح کے بعد کراہت کا ذکر اس لئے ہے تاکہ دلالت ہو کہ اہل ایمان نے اموال و نفوس خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا کے طالب ہوئے۔ اور آپس میں انھوں نے کہا کہ جنگ پر نہ جانے سے قتل ہو یا جنگ پر نہ جانے اور شر و فساد پھیلانے کے آپس میں ایک دوسرے کو وصیت کے طور پر کہا یا اہل ایمان کا دل کمزور کرنے کے لئے کہا تاکہ اہل ایمان جہاد سے محروم ہوں گویا اہل ایمان کو نیکی سے روکنے کے طور پر کہا منافقین کی تین عادتیں بیان کی گئی ہیں ۱۔ جنگ پر نہ جانے کی فرحت ۲۔ جہاد سے کراہت ۳۔ دوسروں کو جہاد سے روکنا۔ نہ نکلو گرمی میں اس لئے کہ گرمی کی شدت تم سے برداشت نہ ہوگی غزوہ تبوک کا موقعہ سخت گرمی میں تھا کھجوریں خوب پک چکی تھیں یہی سخت گرمی کا موسم ہوتا ہے اے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم انھیں ان کا رد کرتے ہوئے ان کی جہالت کے اظہار کے طور پر فرمایئے جہنم کی آگ کی گرمی زیادہ سخت ہے بہ نسبت اس دنیوی گرمی کے جسے تم سہنے کو سہہ رہے ہو بہتر تو اسی جہنم کی گرمی سے ڈرنا چاہیے۔ اگر وہ جانتے اور سمجھتے کہ واقعی جہنم کی گرمی سخت تر ہے تو وہ ہرگز مخالفت نہ کرتے (روح البیان)

لغویات و ربط ★ فَرِحَ : صیغہ صفت مشبہ واحد - خوش ، اترانے والا ● اَلْمُخَلَّفُوْنَ :
اسم مفعول جمع مذکر مرفوع تخلیف مصدر باب تفعیل پیچھے چھوڑے ہوئے لوگ ۔
تخلیف کسی کو پیچھے کر دینا پیچھے چھوڑ دینا خَلَّفْتُهٗ میں نے اس کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا ۔ مراد
ہیں وہ لوگ جو تعداد میں بارہ تھے جو حضور اقدس ﷺ کے ہمرکاب شرکت کے جہاد پر نہیں آئے تھے
مدینہ میں پیچھے رہ گئے تھے ● مَقْعَدِ : ظرف مکان مفرد مقاعد جمع قَعْدَةٌ اور قعودٌ
مصدر باب نصر حتہ بیٹھنے کی جگہ ● تَنْفِرُوْا : تم نکلو ، تم کوچ کرو ، تم نکلتے ہو ، تم کوچ
کرتے ہو ، تم نکلو گے تم کوچ کرو گے نفارٌ اور نفورٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر
لَا تَنْفِرُوْا (تم مت نکلو ، تم کوچ نہ کرو) فعل نہی ہے ● حَرًّا : گرمی (لغات القرآن)

معلومات مزید ★ وہ منافقین جنہیں ان کے نفس امارہ کی آرام طلبی نے غزوہ تبوک جانے
سے روک رکھا تھا وہ جہاد میں شریک نہ ہوئے اپنی اس محرومی پر بجائے شرمندگی یا افسوس کے
اپنے خوش نما وسائل جمع کر حیلو حجت سے بچ گئے ۔ ان لوگوں نے اپنی منافقت کے باعث
اللہ کی راہ میں جہاد سے کراہت کی خود بھی رکے رہے اور دوسروں کو بھی روکتے رہے کہ
مدینہ سے مت نکلو ورنہ بہت تکلیف اٹھاؤ گے ۔ منافقین اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے
کی لذت اور جان کی قربانی دینے کی حلاوت سے ناآشنا تھے اس لئے وہ [illegible]
اہل ایمان اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے اور اللہ کی رضا کی خاطر جان دینے کی لذتوں سے
خوب آشنا تھے اس وجہ سے انہیں ان کاموں میں جو ذوق اور لطف میسر آتا تھا
اہل ایمان ایسے ہر موقع کو غنیمت جانتے اور مال و جان کھپا دینے کو لذت ایمانی سے
بہرہ مند ہوتے جبکہ منافق کے لئے یہ سب باتیں مصیبت تھیں اس لئے وہ ان سے بچنے کی
کوشش کرتے اور نئے نئے حیلے بہانے ڈھونڈتے ۔ منافق خود بھی جہاد سے دور رہتے
اور دوسروں کو گرمی کی شدت سے ڈراتے تھے یہ ان کا منافقانہ کام تھا ۔ اللہ تعالیٰ کا
ارشاد ہے کہ جہنم کی آگ اس سے بھی زیادہ گرم ہے ۔ اس گرمی سے بچ گئے تو کیا ہوا
اس گرمی سے کس طرح بچاؤ حاصل کرو گے ۔ یہ تمام باتیں تو صرف دانا لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں ۔

فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا ۚ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ فَإِن رَّجَعَكَ
اللَّهُ إِلَىٰ طَائِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَأْذَنُوكَ لِلْخُرُوجِ فَقُل لَّن تَخْرُجُوا
مَعِيَ أَبَدًا وَلَن تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا ۖ إِنَّكُمْ رَضِيتُم بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ
فَاقْعُدُوا مَعَ الْخَالِفِينَ ۝ وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ
عَلَىٰ قَبْرِهِ ۖ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ ۝

تو انہیں چاہئے کہ تھوڑا ہنسیں اور بہت روئیں بدلہ اس کا جو کماتے تھے ✱ پھر اے محبوب! اگر اللہ تمہیں ان میں سے کسی گروہ کی طرف واپس لیجائے اور وہ تم سے جہاد کو نکلنے کی اجازت مانگے تو تم فرمانا کہ تم کبھی میرے ساتھ نہ چلو اور ہرگز میرے ساتھ کسی دشمن سے نہ لڑو تم نے پہلی دفعہ بیٹھ رہنا پسند کیا تو بیٹھ رہو پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ ✱ اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا بے شک اللہ اور رسول سے منکر ہوئے اور فسق ہی میں مر گئے ✱ (ت:ک ۹/۸۲ تا ۸۴)

۸۲ - جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہ جانے کی وجہ سے یہ خوش ہوئے تو دنیا میں کچھ یا تھوڑی مدت تک یہ ہنس لیں گے اور آخرت میں بہت روئیں گے۔ ہنسنے اور رونے سے مراد یا تو حقیقی معنی ہیں یا بطور خوشی اور غم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہنسنے اور رونے کا تعلق صرف آخرت سے ہو یعنی وہ آخرت میں کم ہنسیں گے زیادہ روئیں گے۔ وہ دنیا میں جو کچھ کماتے تھے اس کی پاداش میں رلانے والی سزا دی جائے گی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا دنیا قلیل ہے وہ یہاں جتنا چاہیں ہنس لیں جب دنیا ختم ہو جائے گی اور اللہ کے پاس پہنچیں گے تو ایسا رونا پڑے گا جو کبھی ختم نہ ہوگا دائمی ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن قیس کا بیان ہے کہ دوزخی اتنا روئیں گے کہ اگر ان کے آنسوؤں میں کشتیاں چلائی جائیں تو چل جائیں پھر وہ خون کے آنسو بہائیں گے۔ (تفسیر مظہری)

۸۳ - پس اگر آپ کو اللہ تعالیٰ غزوہ تبوک سے واپس لائے ان کے ایک گروہ کی طرف۔ منھم کی ضمیر منافقین کی طرف راجع ہے اس سے وہ منافقین مراد ہیں جو غزوہ تبوک سے مدینہ طیبہ میں رہ گئے تھے اس سے مطلق پیچھے رہ جانے والے منافق غیر منافق مراد نہیں اس لئے کہ ان میں بعض اہل ایمان مخلصین بوجہ عذر شرعی غزوہ تبوک پر حاضر نہ ہو سکے یا یہ ضمیر ان منافقین کی طرف راجع ہے جو غزوہ تبوک تک زندہ موجود تھے اس لئے کہ غزوہ تبوک کی روانگی اور واپسی کے درمیانی عرصہ میں ان میں بعض فوت ہو چکے تھے اور بعض ان دنوں شہر سے غائب ہو چکے تھے اور بعض ان میں ایسے تھے جنہوں نے اپنا نفاق چھپا لیا تھا اور بعض نے سرے سے اجازت ہی نہیں مانگی تھی

پس وہ اگر غزوہ تبوک کے بعد کسی دوسرے غزوے پر جانے کی لئے اجازت چاہیں تو آپ انہیں فرمائیے کہ تم
میرے ساتھ ہرگز نہ نکلنا آپ انہیں ہرگز اجازت نہ دیجئے۔ میرے ساتھ ہو کر کسی دشمن سے
جنگ نہ کرو اس لئے کہ تم جنگ پر نہ جانے سے راضی ہو گئے اس سے قبل تم بڑے خوش ہوئے ہو۔ "پہلی بار"
اس سے مراد غزوہ تبوک ہے۔ ان منافقین کے ساتھ رہ جاؤ جن کو جنگ پر نہ جانے کی عادت
پڑ گئی ہے اس لئے وہ عورتوں اور بچوں کی طرح جنگ پر جانے کے لائق ہی نہیں (روح البیان)

۸۴۔ عبداللہ بن ابی سلول منافقوں کا سردار تھا جب وہ مر گیا تو اس کے بیٹے جو مسلمان صالح مخلص صحابی اور کثیر العبادت
تھے انہوں نے یہ خواہش کی کہ سید عالم ان کے باپ عبداللہ بن ابی سلول کو کفن کے لئے اپنا قمیص مبارک عنایت فرمادیں
اور اس کی نماز جنازہ پڑھا دیں حضرت عمرؓ کی رائے اس کے خلاف تھی لیکن چونکہ اس وقت تک ممانعت نہیں
ہوئی تھی اور حضور کو معلوم تھا کہ حضور کا یہ عمل ایک ہزار آدمیوں کے ایمان لانے کا باعث ہوگا اس لئے
حضور نے اپنی قمیص بھی عنایت فرمائی اور جنازہ کی شرکت بھی کی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس کے
بعد پھر کبھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی منافق کے جنازہ میں شرکت نہ فرمائی اور حضور انور کی وہ مصلحت
بھی پوری ہوئی چنانچہ جب کفار نے دیکھا کہ ایسا شدید العداوت شخص جب سید عالم ﷺ سے برکت حاصل
کرنا چاہتا ہے تو اس کے عقیدہ میں بھی آپ اللہ کے حبیب اور اس کے سچے رسول ہیں یہ سوچ کر ہزار کافر مسلمان ہو گئے۔
(تفسیر صدر الافاضل۔ حاشیہ کنز الایمان)

لغوی اشارے ✱ طَآئِفَۃٍ : گروہ، جماعت، بعض لوگ، کچھ لوگ، ایک اور ایک سے زائد
سب۔ طائفہ کہلاتا ہے طوف سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ● بِالْقُعُوْدِ : با
حرف جر القعود مجرور مصدر بیٹھ رہنے سے۔ قعود لغات اضداد میں سے ہے بیٹھنا اور
اٹھنا دونوں کے لئے مستعمل ہے (قاموس) (باب نصر) جلوس تو سجدہ سے اٹھ کر بیٹھنے یا
سونے کے بعد اٹھ کر بیٹھنے کو کہتے ہیں اور قعود کھڑے سے بیٹھنے کو یہ فرق اصل وضع کے اعتبار سے ہے (ل ق)

معلومات مزید ✱ ہنسنے کا تعلق اس دنیا سے ہے جو فانی ہے اس لئے اس ہنسی کا قلیل ہونا ظاہر ہے اور رونے کا
تعلق عالم آخرت سے ہے جس کی مدت ختم ہونے والی نہیں اس لئے اس رونے کا کثیر ہونا بھی بالکل ظاہر ہے (م)
● اے حبیب! اگر تم تبوک سے واپس آ کر ان کے ایک گروہ کی طرف واپس وقت تک زندہ بچیں گے یا نفاق پر قائم رہیں گے گروہ
آپ سے کہیں گے اگر آپ چلیں گے تو ہم آپ کے ساتھ چلیں گے۔ یہ حکم ہوا کہ ان سے فرمادیجئے کہ تم ہرگز میرے ساتھ نہ چلو نہ
میرے ساتھ ہو کر دشمن سے لڑو کیونکہ تم اول بار بیٹھ رہے سو بیٹھے رہو جیسا کہ اور بیٹھ رہتے ہیں یہ خباثت نفاق ہے (م)
● حضور کے قمیص عطا فرمانے کی کئی وجہیں بیان ہوئی ہیں۔ عبداللہ بن ابی سلول نے ایک بار حضور کے عم محترم حضرت عباسؓ کو اپنی
قمیص پہنا دی تھی حضور نے چاہا کہ یہ احسان دنیا ہی میں اتار دیا جائے کہ سائل کو رد نہ فرمائیے ارشاد کی رو سے بھی حضور نے قمیص کے سوال کو رد
نہ فرمایا۔ اس عطا کے باعث دیگر ہزار منافق دولت ایمان سے مالا مال ہوئے (م)

وَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ○

اور آپ ان کے مال اور اولاد پر تعجب نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اس سے ان کو دنیا میں عذاب دے اور ان کی جان بھی نکلے تو کفر ہی میں نکلے (۹/۸۵ * ت، ج)

۸۵۔ اور ان کے اموال و اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے دنیا میں بھی ان کو گرفتارِ عذاب رکھے اور ان کا دم حالتِ کفر ہی میں نکل جائے * یہ مکرر تاکید ہے (یعنی منافقوں کا وہی فریق مراد ہے جس کا ذکر اوپر کی آیت میں کیا گیا۔ اسی کی مزید حالت اس آیت میں بیان کی گئی ہے جس سے پہلے مضمون کی تاکید ہو رہی ہے) اور مقام کا تقاضا بھی یہی تھا۔ ان کی فکر مال و اولاد پر لگی رہتی ہے اور ان کا دل اس کو چھوڑنے کو نہیں چاہتا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مذکورہ بالا فریق کے علاوہ اس آیت سے کوئی دوسرا فریق مراد ہو۔ (تفسیر مظہری)

لغوی اشارے * تُعْجِبْكَ: وہ تجھے تعجب میں ڈال دے، وہ تجھے خوش لگے۔ تعجب (اعجاب) سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ ● تَزْهَقَ: وہ نکلے، وہ نکل گئی (فتح) زُهُوْقٌ سے جس کے معنی غم سے جان نکلنے اور کسی شے کے ہٹ جانے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب (لغات القرآن)

معلومات مزید * ان کے مال اور ان کی اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈال دیں۔ یہ خطاب حضور علیہ السلام کو ہے لیکن اس سے آپ کی امت مراد ہے یعنی تمہیں تعجب میں نہ ڈالے منافقین کے اموال و اولاد۔ اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ یہ لوگ اپنی اولاد کی رونق میں مست ہو کر سخت محنت و مشقت کھینچیں کہ یہی دنیا میں عذاب ہے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔

وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ۝

اور جب نازل کی جاتی ہے کوئی سورۃ (جس میں حکم ہوتا ہے کہ) ایمان لاؤ اللہ پر اور جہاد کرو اللہ کے رسول کے ہمراہ تو اجازت طلب کرنے لگتے ہیں آپ سے جو طاقت والے ہیں ان میں سے کہتے ہیں ہمیں رہنے دیجئے تاکہ ہو رہیں ہم بیٹھنے والوں کے ساتھ۔ (۹/۸۶ * ث : ش)

۸۶۔ اور جب قرآن کی کوئی سورۃ نازل کی جاتی ہے یا اس طور کہ ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر اعزاز دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد کرو تو منافقین میں سے دنیادار آپ سے اجازت چاہتے ہیں یعنی باوجودیکہ انہیں اموال و اسباب کی وفرت و وسعت اور جہاد پر جانے کی بدنی مالی قدرت اور طاقت ہوتی ہے تب بھی جہاد پر جانے کے لئے معذرت کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں چھوڑ دیجئے ہم ہو جائیں ان لوگوں کے ساتھ جو کسی عذر کی وجہ سے نہیں جا سکتے۔ (روح البیان)

لغوی اشارات * اُنْزِلَتْ : وہ اتاری گئی۔ وہ نازل کی گئی۔ اِنْزَالٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مونث غائب ● سُوْرَةٌ : سورت۔ علامہ زمخشری کشاف میں رقمطراز ہیں سورۃ، قرآن شریف کے معینہ حصہ کا نام ہے جو کم از کم تین آیت کا ہے اور اس کا واو اگر اصلی ہے تو یا سورۃ المدینہ سے موسوم ہے جس کے معنی شہر کی چار دیواری کے ہیں کیونکہ یہ بھی قرآن کا الگ محدود ٹکڑا ہے جو مستقل طور پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔۔۔ اور یا اس سورۃ سے موسوم ہے جس کے معنی رتبہ کے ہیں۔ یہ دو معنی کی بنا پر ہو سکتا ہے ۱۔ اس لئے کہ سورتیں بھی بمنزلہ درجوں اور مرتبوں کے ہیں کہ جن پر قاری ترقی کرتا جاتا ہے نیز خود سورتیں طوال، اوساط اور قصار پر مرتب ہیں ۲۔ یا اس لئے کہ دین میں ان کی رفعت شان اور جلالت مرتبت مسلم ہے۔ اور اگر اس کے واؤ کو ہمزہ سے بدلا ہوا قرار دیا جائے تو جس طرح کہ سورۃ کے معنی کسی شے کے بقیہ اور بچے ہوئے حصہ کے ہیں یہ بھی قرآن مجید کا ایک ٹکڑا اور حصہ (ہے)

معلومات مزید * اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ دشمنان دین سے جہاد کرنے کی تحریک (کی) سورۃ نازل ہوتی ہے تو یہ لوگ جو طاقت ور ہیں وہ کہتے ہیں حضور انور ﷺ سے رخصت طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ جائیے کہ ہم بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہیں۔

رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝

وہ اس پر راضی ہو گئے کہ پیچھے رہ جانے والوں کے ہمراہ رہ جائیں اور ان کے دلوں پر مہر لگ گئی وہ سمجھتے ہی نہیں۔ (۹/۸۷ ✱ ت : م)

۸۷۔ یہ ان کی کم فہمی اور نادانی ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے، اپنے گناہ بخشوانے اور اپنے ایمان کو جلا دینے کا موقع دیا گیا تو انہوں نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا۔ ابرِ رحمت آیا، برسا اور سوکھے کھیتوں کو شاداب کر کے چلا گیا۔ لیکن ان کی کشتِ ایمان یوں ہی خاک اڑاتی رہی جیسے پہلے اڑا رہی تھی۔ اللہ کریم ہر انسان کو اس کی زندگی میں موقع دیتا ہے تاکہ وہ اپنی سابقہ غفلتوں اور کوتاہیوں کی تلافی کر سکے لیکن بدنصیب اس سنہری موقعے کو بھی ضائع کر دیتے ہیں (ضیاء القرآن)

لغوی اشارے ✱ رَضُوْا: وہ راضی ہوئے، وہ خوش ہوئے، انہوں نے پسند کیا۔ رضی سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ راغب لکھتے ہیں "بندے کا اللہ سے راضی ہونا یہ ہے کہ جو کچھ اس پر قضاء الٰہی جاری ہو وہ اسے مکروہ نہ سمجھے اور اللہ کا بندے سے راضی ہونا یہ کہ اسے اپنے حکم کا فرمانبردار اور اپنی نہی سے پرہیزگار دیکھے"۔ ● خَوَالِف: پیچھے رہنے والیاں، خَالِفَۃ کی جمع ہے۔ خالفۃ اصل میں خیمہ کے پیچھے کے ستون کو کہتے ہیں اور عورت سے کنایۃً بولا جاتا ہے کیونکہ وہ کوچ کرنے والوں سے پیچھے رہتی ہے (لغات القرآن)

معلومات مزید ✱ ان کی بے حمیتی کی انتہا ہے کہ وہ عورتوں جیسے ہو گئے۔ لشکر چلے گئے اور یہ عورتوں کی طرح پیچھے رہ گئے۔ ان پر افسوس ہے اور ان کے لئے تباہی خیز مصیبت ہے۔ اگر یہ اطاعت گزار ہوتے ان کے ارادے اچھے ہوتے اور یہ اللہ کی آیتوں کی تصدیق کرتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا لیکن ان کے دلوں پر تو ان کی بداعمالیوں کے سبب مہر لگ چکی ہے اب تو ان میں یہ صلاحیت ہی باقی نہیں رہی کہ اپنے نفع و نقصان کو ہی سمجھ لیتے۔

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

لیکن رسول اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا اور انہی کے لئے بھلائیاں ہیں اور یہی مراد کو پہنچے۔ (۹/۸۸ ✱ ت : ک)

۸۸۔ منافقین کا رویہ تو یہ ہے کہ جو سرفروشی کے موقع ہیں ان کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں لیکن ان کے برعکس رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کا رویہ یہ ہے کہ وہ اپنی جان اور اپنا مال اللہ کی رضا کے لئے قربان کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے بلکہ دعا مانگتے ہیں کہ یہ سعادت انہیں نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایسے نیک بختوں کے لئے دین اور دنیا کی راحتیں اور عزتیں ہیں اور یہی دنیا و آخرت میں فلاح و کامیابی حاصل کرنے والے ہیں خیرات سے مراد دونوں جہانوں کی بھلائیاں ہیں۔ (ضیاء القرآن)

لغوی اشارے ✱ مَعَهٗ : اس کے ساتھ مع مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ ●

خَیْرٰت : نیکیاں، بھلائیاں، خوبیاں، نیک عورتیں، اچھی عورتیں خَیْرَۃٌ کی جمع ہے ●

اَلْمُفْلِحُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مرفوع اَلْمُفْلِح واحد اِفْلَاحٌ مصدر باب افعال، فلاح پانے والے مراد پانے والے، کامیاب ✱ فَلَاحٌ کامیابی دنیوی ہو یا اخروی مفلح کامیاب (راغب) قرآن مجید میں مفلحون کا لفظ صرف انہی لوگوں کے لئے استعمال کیا گیا ہے جو آخرت میں فلاح پانے والے اخروی کامیابی کے دروازے جن کے لئے کھول دیے جاتے ہیں۔ باب اَفْلَحَ کا لفظ البتہ فرعون و موسیٰ کے مقصد میں دنیوی کامیابی کے لئے استعمال کیا گیا ہے وہ بھی اللہ کا مقولہ نہیں بلکہ دوسروں کا قول معلوم اللہ نے نقل فرمایا ہے۔ (لغات القرآن)

معنویات مزید ✱ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ جو شرف ایمان سے سرفراز ہوئے وہ لوگ اپنے اموال اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور انہی کے لئے خوبیاں اور بھلائیاں ہیں اور یہی لوگ مراد کو پہنچنے کامیاب ہونے والے ہیں۔

أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بہشتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہا کریں گے یہی بڑی کامیابی ہے (۹/۸۹ * ت: ع)

۸۹۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے تیار کر رکھی ہیں آخرت میں جنتیں جن کے نیچے جاری ہیں نہریں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے یعنی ان مذکورہ جنتوں میں ان کا ہمیشہ رہنا مقدر ہو چکا ہے یہ بڑی کامیابی ہے کہ اس کے بالمقابل اور کوئی کامیابی نہیں یعنی وہ لوگ بہشت اور اس کی نعمتوں سے فیروز ہو جائیں گے اور جہنم اور اس کی آگ سے نجات پا جائیں گے۔ حدیث شریف میں آیا ہے جو شخص کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ خلوص قلب سے پڑھتا ہے وہ بہشت میں داخل ہوتا ہے (ف) خلوص کی شرط اس لئے ضروری ہے جب یہ خلوص ہوتا ہے تو وہ گناہوں سے بچ جاتا ہے۔ اخلاص قلب کے صفات سے ہے اور وہ اوصاف حمیدہ سے رونق پاتا ہے۔ (روح البیان)

لغوی اشارے *
أَعَدَّ : اس نے تیار کیا۔ إِعْدَادٌ سے جس کے معنی تیار کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ إِعْدَادٌ عَدٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی شمار کرنے کے ہیں۔ اس اعتبار سے إِعْدَادٌ کے معنی کسی چیز کو اس طرح تیار کرنے کے ہیں کہ وہ شمار کی جا سکے ● تَجْرِيْ : وہ بہتی ہے، وہ چلتی ہے، وہ جاری ہے (ضرب) جَرْیٌ اور جَرَیَانٌ سے جس کے معنی تیز گزرنے اور پانی کی طرح بہنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ● اَلْفَوْزُ : اسم فعل و مصدر، فتح۔ کامیابی ● عَظِیْمٌ : بزرگ، بڑا۔ یہ عَظَمَةٌ سے ہے جس کے معنی بڑا اور بزرگ ہونے کے ہیں (ل ق)

مفہومات مزید *
اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے چہیتے اور منتخب بندوں کے لئے ایسی جنتیں نامزد فرما دی ہیں جن کے محلات کے نیچے بہت ساری نہریں رواں اور جاری ہیں وہ لوگ ہمیشہ وہاں رہیں گے۔ یہ ان کے لئے بہت بڑی کامیابی ہے۔

1059

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

اور آئے بہانہ بنانے والے بدو تاکہ اجازت مل جائے انھیں اور بیٹھ رہے وہ جنہوں نے جھوٹ بولا تھا اللہ اور اس کے رسول سے عنقریب پہنچے گا جنہوں نے کفر کیا ان میں سے عذاب دردناک (۹/۹۰ * ت: ض)

۹۰۔ تنگ حال اور کثرت عیال کا عذر پیش کرنے والے اعراب آئے تاکہ ان کو اذن دے دیا جائے یعنی جہاد کو نہ جانے اور گھروں میں بیٹھ رہنے کی اجازت دے دی جائے۔ ان لوگوں سے مراد بھی وہی لوگ ہیں جن کا ذکر شروع میں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کو جھوٹا قرار دیا ہے جنہوں نے جھوٹے عذر پیش کئے تھے۔ ان کو یہ فرمایا گیا۔ اعراب میں سے یا معذرین میں سے جنہوں نے کفر کیا ان کو دردناک عذاب ضرور پہنچے گا۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

لغوی اشارات * الْمُعَذِّرُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر تَعْذِيْرٌ مصدر باب تفعیل جھوٹا عذر پیش کرنے والے ● يُصِيْبُ: واحد مذکر غائب مضارع اِصَابَةٌ مصدر (افعال) پہنچے گا۔ وہ پہنچاتا ہے یعنی عطا فرماتا ہے۔ وہ پہنچایا جاتا ہے یعنی پڑتا ہے (لغات القرآن)

معلومات مزید * محمد بن عمر کا بیان ہے کہ کچھ منافق رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جہاد میں نہ چلنے کی اجازت لینے کے لئے حاضر ہوئے حالانکہ ان کو کوئی عذر نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی۔ * جب رسول اللہ ﷺ نے جد بن قیس کو جہاد کے لئے ساتھ نہ چلنے کی اجازت دے دی تو کچھ اور منافق طلب اذن کے لئے حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو بھی اجازت دے دیجئے ہم اس گرمی میں جہاد کو نہیں نکل سکتے۔ حضور ﷺ نے ان کو اجازت دے دی اور منہ پھیر لیا اور یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ نے ان کو معذور نہیں قرار دیا۔ ضحاک نے کہا عذر پیش کرنے والے عامر بن طفیل کی قوم کے لوگ تھے۔ حضور ﷺ سے عرض کیا تھا یا نبی اللہ! اگر ہم آپ کے ساتھ جہاد میں جائیں تو قبیلہ طے کے عرب ہمارے اہل و عیال کو لوٹ لیں گے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے اللہ نے تمہارے حالات کی خبر دے دی ہے اور وہ مجھے تم سے بے نیاز کرے گا۔ بن علاء نے کہا کہ ان لوگوں نے عذر باطل بنا کر پیش کیا تھا۔

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

کوئی گناہ ناطاقتوں پر نہیں ہے اور نہ بیماروں پر اور نہ ان پر جو خرچ کرنے کو کچھ نہیں پاتے جب کہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ وہ خلوص رکھیں، نیک کاروں پر کوئی الزام نہیں اور اللہ بڑا مغفرت والا ہے بڑا رحمت والا ہے۔ (۹/۹۱ * ت: م)

اس آیت میں ان شرعی مجبوریوں کا بیان ہو رہا ہے جن کی وجہ سے اگر کوئی شخص جہاد میں نہ جا سکے تو اس پر مواخذہ نہیں۔ ان اسباب میں سے ایک قسم تو وہ ہے جو لازم ہوتی ہے کسی حالت میں انسان سے الگ نہیں ہوتی جیسے پیدائشی کمزوری یا اندھاپن یا لنگڑا پن کوئی لولا لنگڑا اپاہج بیمار یا بالکل ہی ناطاقت ہو۔ دوسری قسم کے وہ عذر ہوتے ہیں جو کبھی ہیں اور کبھی نہیں یعنی اتفاقیہ اسباب ہیں مثلاً کوئی بیمار ہو گیا یا بالکل فقیر ہو گیا سامان سفر سامان جہاد مہیا نہیں کر سکتا وغیرہ، یہ لوگ اگر شرکت جہاد نہ کر سکیں تو ان پر شرعاً کوئی مواخذہ گناہ یا عار نہیں لیکن انہیں اپنے دل میں صلاحیت اور خلوص رکھنا چاہیے مسلمانوں کے دین حق کے خیر خواہ رہیں ایسے نیک کاروں پر کوئی وجہ الزام نہیں اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

لغوی اشارے * ضُعَفَآءُ: ضعیف، کمزور، ناتوان، ضَعِیْفٌ کی جمع ہے۔ ● نَصَحُوْا: جمع مذکر غائب ماضی نُصْحٌ مصدر (فتح) (جب) وہ خلوص رکھیں ● سَبِیْل: راستہ، راہ۔ سبیل اصل میں اس راہ کو کہتے ہیں جو واضح ہو اور اس میں سہولت ہو۔ (لغات القرآن)

معلومات مزید * اصلی عذر والوں کا ذکر فرمایا گیا کہ یہ وقت نہ جاویں تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ ان کا عذر صحیح ہے (جن کا اوپر ذکر ہے) ان کی چار قسمیں ہیں جن کے عذر قابل قبول اور جن پر جہاد میں جانا واجب نہیں وہ یہ ہیں۔ ضعفاء سے مراد بوڑھے لولے اپاہج بہت چھوٹے بچے اور عورتیں۔ مرضیٰ یعنی بیمار۔ مالی حالت کے لحاظ سے معذور ان کی دو قسم ہیں ایک کو نہایت تنگدستی بے سر و سامان۔ دوسرے وہ کہ ان کا عذر اور وجہ مستقل حضور علیہ السلام کو اور بہ ثابت ہو گیا۔

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ
تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ۝

اور نہ ان پر کچھ الزام ہے جب کہ وہ آپ کے پاس آئے کہ آپ انہیں سوار کرائیں آپ نے کہہ دیا کہ تمہارے سوار کرانے کو میرے پاس کچھ نہیں تو وہ آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے اس رنج میں کہ ان کو خرچ میسر نہیں واپس لوٹ گئے (۹۲/۹ * ت: ج)

۹۲- یعنی ان لوگوں پر بھی کوئی گناہ نہیں جو غزوہ تبوک کا اعلان سن کر آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئے کہ آپ انہیں سواری اور سامان سفر عطا فرمائیں انہوں نے آپ سے یہ چیزیں مانگیں آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت وہ سواری وغیرہ اپنے پاس نہیں پاتا جو تم کو عطا کر دوں وہ یہ فرمان عالی سن کر اس طرح واپس ہوئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو ابل رہے تھے اس غم سے کہ انہیں غزوہ میں خرچ کرنے اور وہاں حاضر ہونے کے لئے سامان نہ ملا۔ ایسے مجبوروں معذوروں پر حاضر نہ ہونے کی وجہ سے کوئی گناہ نہیں بلکہ اس کوشش اور عزم کرنے کا انہیں ثواب ملے گا
(اشرف التفاسیر)

لغوی اشارے * تَحْمِلَهُمْ : تو ان کو سواری دے ۔ تو ان کو سوار کر دے ۔ تَحْمِل حَمْلٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر هم ضمیر جمع مذکر غائب ● تَفِيْضُ : وہ بہتی ہے ۔ وہ جاری ہوتی ہے وہ رواں ہوتی ہے (ضَرَبَ) فَيْضٌ سے جس کا استعمال جب آنسو اور پانی کے لئے ہوتا ہے تو جاری ہونے اور بہنے کے معنی آتے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب یہاں آنکھوں کے لئے استعمال ہوا ہے (لغات القرآن)

معلومات مزید * غزوہ تبوک کی تیاری کے زمانے میں چند نادار و غریب مسلمان بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور شرکت جہاد کی تمنا کا اظہار کیا لیکن ان کے پاس سواری اور زاد راہ کچھ نہ تھا جب انہیں بتایا گیا کہ اس وقت اتنی گنجائش نہیں کہ تم لوگوں کی سواری کا بندوبست کیا جا سکے تو انہیں اس کا بہت رنج ہوا اور وہ رونے لگے اور جہاد میں شرکت نہ کرنے کے غم کو لئے واپس لوٹ گئے یہ ان کے جذبہ ایمان کامل اخلاص اور اللہ کی راہ میں جان قربان کر دینے کی آرزو و تمنا کی واضح دلیل تھی

إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ وَهُمْ أَغْنِيَاءُ ۚ رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝

الزام تو بس ان لوگوں پر ہے جو اجازت مانگتے ہیں آپ سے حالانکہ وہ مالدار ہیں۔ وہ راضی ہو گئے اس پر کہ ہو جائیں پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ اور مہر لگا دی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر، پس وہ (کچھ) نہیں جانتے۔ (۹/۹۳ * ت جن)

۹۳۔ ادائے فرض کے وقت عورتوں کے ساتھ پیچھے رہنا ایک ایسی (کمزوری) کی بات ہے جسے کوئی خوددار آدمی گوارا نہیں کر سکتا لیکن انہوں نے یہ بھی گوارا کر لیا کیوں کہ جہل و بے حسی کی انتہائی حالت ان پر طاری ہو گئی ہے۔ اس حالت کو جو انتہا درجہ غفلت و انکار کا لازمی نتیجہ ہے قرآن مہر لگا دینے سے تعبیر کرتا ہے۔ اس تعبیر کی تشریح پچھلی سورتوں میں گزر چکی ہے۔ (ترجمان القرآن)

لغوی اشارے * اَغْنِیَآءُ: مالدار۔ دولت مند لوگ۔ غَنِیٌّ کی جمع جس کے معنی مالدار کے ہیں اور جو غِنَاءٌ کا صفت مشبہ ہے۔ * طَبَعَ: اس نے مہر کی، اس نے بند لگا دیا، اس نے چھاپ لگا دیا۔ اس نے کندہ کر دیا (فتح) طَبْعٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ کسی شے کو کسی صورت میں اتارنے کو طبع کہتے ہیں جیسے کہ سکہ یا روپیہ میں کندہ کرنا، یہ لفظ ختم سے عام ہے اور نقش سے خاص ہے اور اسی اعتبار سے طَبْعٌ یا طَبِیْعَةٌ نفس پر کسی صورت کے نقش کا نام ہے خواہ خلقی طور پر ہو یا عادت کے طور پر جو نقش ہوتا ہے اس پر اس کا استعمال بیشتر ہے۔ (لغات القرآن)

مفہومات مزید * فرمایا گیا کہ اصل الزام ان لوگوں پر ہے جو اگرچہ کہ اغنیاء سے ہیں یعنی مال و متاع والے ہیں مجبور و بے بس نہیں اس کے باوجود وہ آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں۔ وہ اس بات پر راضی اور خوش ہوتے کہ ہو جائیں وہ پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے، وہ کچھ نہیں جانتے۔